میرے مرشد

(خانقاہ میں چالیس راتیں)

حقیر بسمل

آواز پبلی کیشنز

اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

رابطہ نمبر:03335577993

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب:	میرے مرشد
مصنف:	حقیر بسمل
پروف ریڈنگ:	احمد ستی
ایڈیٹنگ:	محمد عثمان
اہتمام:	آواز پبلیکیشنز، اسلام آباد
اشاعت:	اول
صفحات	204
تعداد:	300
سن اشاعت:	فروری 2023
قیمت:	500روپے

آواز پبلیکیشنز

کتاب میں دیا گیا مواد لکھاری کے ذاتی خیالات ہیں

اسے ہرگز سرکاری رائے یا پالیسی کے طور پر نہ لیا جائے

فہرست مضامین

1۔صالح کی موت	12
2۔کتاب کی چھپائی	15
3۔گھر سے مرشد تک	21
4۔پہلی شب .... (فتنوں کا دور، علمِ بغاوت، متوسط راہ، غضب ور حمت، آنسوؤں کا بہنا، بدعتیں، یقین، علم الغیب)	24
5۔دوسری شب .... (اقتدار کا غلط استعمال، فقیری یا حکومت، راہِ حق کی آزمائشیں، حبِ دنیا، غفلت، آخرت کی مٹھاس، حسنِ کامل کی جھلک، اچھی صحبت)	32
6۔تیسری شب .... (قدرتِ خداوند، تصویر کشی، ذکر اللہ، بے عملی کا غلط جواز، نفاذِ شریعت، قیامت کی نشانیاں)	41
7۔چوتھی شب .... (اداسی، دنیا قید خانہ، امیر کی اطاعت، شریعت اور حکومت، سرکشیءِ نفس، گناہ، علم و حکمت، اللہ کا خوف)	48
8۔پانچویں شب .... (یادِ ماضی)	55
9۔چھٹی شب	62

(اختلاطِ مردوزن، فحاشی و عریانی، حسین چہروں کا تعقب، پردہ اور مغربی معاشرے میں جنسی کج روی)

10۔ساتویں شب...69

(Knowing God, Purpose of Life)

11۔آٹھویں شب...75

(Optional Prayers, Striving against an unislamic system, Wisdom, Tribulations, Pride and Discontentment)

12۔نویں شب...82

(Knowledge, Fear & Hope, Devil, Reliance on God, Productive life, Marriage, God Consciousness & Materialism, Internet, Avoiding sins)

13۔دسویں شب...87

(Company of righteous, Certainty, Challenges in life, Self Discipline and Controlling desires)

14۔گیارھویں شب...94

(محبت، عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کا سفر، حبِ الٰہی، راہگیرِ عشق، محبت و شریعت، کجیِ دل کا علاج، پیمانہ ءِ تقویٰ اور راہِ حق کا مسافر)

15۔بارھویں شب...102

(شاعری)

16۔تیرھویں شب...125

(شاعری)

17۔چودھویں شب 140

(قلبیِ سکون، خدا کی محبت، نفس کی سرکشیاں، بد نظری، جنسی کج روی، زندگی کے شب وروز، مصائب میں حکمت، ذکر وفکر اور خواہشات)

18۔پندرہویں شب 149

(تبلیغ، شریعت کی قید، ٹیکنالوجی اور مقصدِ حیات اور فرقہ پرستی)

19۔سولہویں شب 157

(دولت وشہرت، غم کا علاج، نفس کے ساتھ برتاؤ، شیطانی خیالات، الحاد، علماء سے نفرت، نوافل وسنت کی اہمیت، پرسکون زندگی، متوسط راہ، بدحال طبقہ، افغان مجاہدین، ایمان کی لذت، نماز کی اہمیت، قیامت، فرقہ پرستی، اقبال اور سنتِ نبوی اور حکمت)

20۔سترہویں شب 166

(حدوداللہ، وجہء آزمائش، تکمیلِ آرزو، خوف، امید یا محبت، رموزِ محبت، حبِ خدا، محبوبِ کامل، لادینیت، مادیت، نماز، اخلاق، خدا کا اندازِ محبت، توکل علی اللہ، شکر، غم کا علاج، محبت کے غم، پیرِ کامل اور خدمتِ خلق)

21۔اٹھارویں شب 176

(حسنِ جنت اور عذابِ دوزخ، حسد، غیبت، شہوت وشریعت، خوشیاں، اداسی، جنت کیلیے جدوجہد اور حضرت خضرؑ کی وصیت)

22۔انیسویں شب 187

(عام وعارف کی محبت، معرفت کا سفر، ایمان کا اُتار چڑھاؤ، اندازِ صوفیا، تکبیرِ اولیٰ، منافقت، انٹرنیٹ کا استعمال اور حق وباطل)

23۔ بیسویں شب..198

(غم کا ذائقہ، غمِ دنیا و عقبیٰ، غم میں کمی، خوف و حزن اور اولیاء اللہ، ترکِ لذت، طلبِ دنیا، بچوں کی تربیت، سخاوت اور نفاق اور علماء)

حقیر بسمل کی ادبی خدمات

یہ الگ بات ہے کہ خاموش کھڑے رہتے ہیں
پھر بھی جو لوگ بڑے ہیں، وہ بڑے رہتے ہیں
ایسے درویشوں سے ملتا ہے ہمارا شجرہ
جن کے قدموں میں کئی تاج پڑے رہتے ہیں

حقیر بسمل کی اب تک چار کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ پہلی کتاب "زندان الم" میں خوبصورت شاعری کے ذریعے حقیر بسمل نے زندگی کے دُکھ بیان کیے ہیں، جو اپنی اشاعت سے اب تک لوگوں میں بے حد مقبول ہوئی اور آپ کا ادبی تعارف بنی۔ اس کے بعد آپکی دوسری کتاب "تلاش" منظرِ عام پر آئی جسے پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ اس نوجوان شاعر کے اندر ایک ایسا جذبہ موجود ہے جو اسے ہمیشہ سفر جاری رکھنے کا حوصلہ فراہم کرتا ہے اور یوں یہ "تلاش" کا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔

کسی بھی زبان کی بقا کے لیے اُس زبان کا ادب اور خصوصاً اس کی شاعری اہم کردار کرتے ہیں۔ شاعر زبان کے لیے ایک باپ اور شاعری ماں کا درجہ رکھتی ہے جو کہ شاعر کے تخیل کو اپنی کوکھ سے الفاظ کی صورت میں جنم دیتی ہے۔ اور یوں زبان کا قبیلہ بڑے سے بڑا قبیلہ بنتا چلا جاتا ہے۔

شاعری محبت کی زباں، زندگی کا فلسفہ اور حالات حاضرہ کا محور ہے۔ شاعر چونکہ عام لوگوں کی نسبت زیادہ حساس دل کا مالک ہوتا ہے۔ اس لیے معاشرے اور ماحول کے مشاہدات اور

تجربات کو بہت جلد اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ لوگوں کے رویوں کو پرکھنے کا اس کے پاس ایک اپنا ہی پیمانہ ہوتا ہے جس تک عام آدمی کے فہم و ادراک کی رسائی نہیں ہوتی۔

شاعری کو ادب کا تاج کہا جاتا ہے۔ اور اردو ادب میں غزل شاعری کا جھومر کہلاتی ہے جس میں جڑے لعل و گوہر اپنی چکا چوند روشنی سے قلوب کو منور ہی نہیں کرتے بلکہ بقعہ ءنور بنا دیتے ہیں۔ حقیر بسمل کی شاعری ان تمام خوبیوں سے مالا مال ہے۔

کتاب کے "نام" کے ذریعے مصنف اپنی بعض ترجیحات کا اعلان کرتا ہے۔ کیپٹن سیف اللہ کی تیسری کتاب اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے جس کا عنوان ہے؛

MUHAMMAD (PBUH)

The Best Ever Institution of Love and Wisdom

حقیر بسمل نے اس کتاب میں پیارے نبی حضرت محمد ﷺ سے محبت کا اظہار کیا ہے جو اس کتاب کے "نام" سے بھی ظاہر ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

حقیر بسمل کی اسلام، پاکستان اور انسانیت سے مُحبت بہت واضح اور شدید ہے۔ وہ اس محبت کا اپنے کلام اور مضامین میں جا بجا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔

حرف کی حرمت کا پاس رکھنا انتہائی کٹھن عمل ہے، نجانے کتنے رتجگے کاٹنے پڑتے ہیں، کتنا خونِ دل و جاں پلا کر ادب کے پیڑ کو ہرا رکھنا پڑتا ہے۔ مصرع مصرع جوڑ کر باغِ سخن کو سجانا

پڑتا ہے کیونکہ گلشنِ فن و ادب میں بے ثمر پیڑ زیادہ دیر زندہ نہیں رہتا۔ حقیر بسمل گلشنِ ادب میں اپنے اندازِ نگارش کی وجہ سے گلِ چیدہ کی صورت مہک رہا ہے۔

دورِ حاضر میں شعراء کا بھی جمِ غفیر ہے اور شاعری اور ادبی تخلیقات بھی بے تحاشہ ہو رہی ہیں مگر حقیر بسمل کا ادبی لب و لہجہ منفرد، شاندار و جاندار ہے۔ آپ کی شاعری اور دیگر ادبی تخلیقات میں موجود سلیقگی، نفاست، اور حقیقی جذبوں کی تب و تاب، محسوسات کو پگھلانے کا بھرپور تاثر رکھتی ہے۔

حقیر بسمل کے ہاں ادب محض سیاہی سے کاغذوں میں رنگ بھرنے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ لفظوں کو ضمیرِ آدمیت کی زبان سمجھتے ہیں۔ آپ نے اپنی چوتھی کتاب میں جدید دور کے بڑے مسائل اور انکا حل تجویز کیا ہے جس کا عنوان ہے؛

"Healing Wounds of the Modern World"

اور یہ بھی ایک شاندار کتاب ہے۔

حقیر بسمل نے اپنا ادبی سفر جاری رکھتے ہوئے ایک اور حیرت انگیز کتاب تخلیق کی ہے۔ آپ کی یہ کتاب "میرے مرشد" میرے سامنے ہے اور اس کا مطالعہ کرتے ہوئے میں حیرت میں مبتلا ہوں کہ کس مہارت سے اس نوجوان نے حساس ترین موضوعات پر قلم اٹھایا اور انسانی نفسیات کے مطابق ہر کردار کو خوب نبھایا ہے۔

کتاب "میرے مرشد" میں حقیر بسمل نے بطورِ مصنف ایک سوالی کے انداز میں بہت ہی دقیق سوالات اٹھائے ہیں جن کا ہماری زندگی کے معمولات، نظریات اور جذبات سے گہرا تعلق ہے۔ پھر ایک مرشد (Mentor) کے روپ میں آپ نے ان سوالات کے مدبرانہ

جوابات دے کر قاری کو ورطہ ءحیرت میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں یہ کتاب "میرے مرشد" ایک دفعہ پڑھ چکا ہوں مگر ابھی تک میری پیاس نہیں بجھی اور میں اسے از سر نو پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

حقیر بسمل نے یہ کتاب تخلیق کر کے نسلِ نو پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔ اسے پڑھ کر نوجوان نہ صرف اپنے معاملات اور طرزِ زندگی میں بہتری لا سکتے ہیں بلکہ یہ کتاب ان کے اندر ایک ایسا جذبہ بیدار کر سکتی ہے جو دورِ حاضر میں انکے لیے مرشدِ راہ بن جائے۔

ہماری دھرتی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس میں ایسے سپوت پیدا ہوئے جنہوں نے نہ صرف جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی قسم کھا رکھی ہے بلکہ اپنی روشن ضمیری سے نظریاتی سرحدوں کی بھی نگرانی کر رہے ہیں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میرا قلبی اور نظریاتی تعلق حقیر بسمل کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو مزید وسعتِ قلبی عطا کرے اور آپ یونہی ادب کی خدمت کرتے رہیں۔ آمین

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

احمد ستی (کہوٹہ)

3 مئی 2022

0333-5472609

صالح کی موت

صالح روزانہ کی طرح آج بھی تہجد کے لیے اٹھا، روح و قلب کو چار سو پھیلے ہوئے نور سے سینچا، دن بھر کی لغزشوں کا بوجھ آنسوؤں کی صورت میں آنکھوں سے چھلکایا اور پھر سنت کی پیروی کرتے ہوئے فجر کے انتظار میں داہنی کروٹ لیٹ گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اللہ اکبر اللہ اکبر، حی علی الصلوٰہ حی علی الفلاح کی صداؤں نے اسے پھر منزل کی جانب بڑھنے کے لیے دستک دی۔ صالح فجر کی سنتیں ادا کر کے ایسے مسجد کی طرف بڑھا جیسے صحرا میں کوئی پیاسا کنویں کی طرف بڑھتا ہے۔ امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۃ الفجر اور دوسری رکعت میں سورۃ الضحیٰ سے مقتدیوں کی روحوں کو سیراب کیا۔ صالح کو ہمیشہ کی طرح آج بھی یہی محسوس ہوا کہ اللہ نے اسکی دلی کیفیت کے مطابق تلاوت کی گئی سورتوں کا انتخاب خود فرمایا ہے۔ سورۃ الفجر نے اسکے دل پر سے گزرے دن کی گرد کو دھوڈالا۔ سورۃ الضحیٰ نے اس کے زخموں پر مرہم رکھا اور امید کا تحفہ دے کر مسجد سے رخصت کیا۔

وہ ایسے محسوس کر رہا تھا جیسے ایک نئی زندگی لے کر لوٹا ہو۔ مسجد سے گھر تک آتے ہوئے وہ یہی سوچتا رہا کہ اگر یہ نمازوں کا تحفہ اللہ نے انسان کو نہ دیا ہوتا تو اِس درد بھری دنیا میں جینا کتنا محال ہو جاتا۔ اِسی دوران اسکی سوچوں نے ماضی قریب کی تجوری ٹٹولی تو گزشتہ ہفتہ پڑھی خبر اس کے ذہن میں گردش کرنے لگی۔ شکر گزاری کے آنسو اسکی پلکوں پر چمکنے لگے۔ وہ آنسو پونچھتا ہوا گھر میں داخل ہوا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اسکا جی چاہا کہ وہ خبر دوبارہ

پڑھے۔اُس نے اخبار کا وہ ٹکڑا نکالا اور خبر پڑھنا شروع کی جس کا عنوان تھا"امریکی فوج میں خطرناک وبا (Covid-19)سے زیادہ خودکشی سے اموات"۔ خبر پڑھتے ہوئے اس کے چہرے پر ایسے یقین واطمینان کے آثار ظاہر ہو رہے تھے جیسے خبر کا حرف حرف اُس کو خدا کی وحدانیت کا کلمہ سنا رہا ہو۔وہ خیالوں ہی خیالوں میں اعداد و شمار کا موازنہ کرتا رہا۔ایک طرف تو وہ وبا جس نے لاکھوں لوگوں کی جانیں نگل لیں۔ دوسری طرف امریکی فوج جسے دنیا کی ہر جائز و ناجائز آسائش میسر ہے پھر بھی ان کی زندگی کا دائرہ اتنا تنگ ہو گیا کہ وہ اپنے آپ کو قتل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ گزشتہ سال آخری سہ ماہی میں اُن کی آسائشوں کا زہر وبا کے زہر سے بڑھ گیا اور خودکشی سے واقع ہونے والی اموات کا تناسب وبا کی اموات سے بڑھ گیا۔یقیناً میرے رب کا وعدہ سچا ہے یہ کہتے ہوئے اُس نے بآواز بلند یہ آیت تلاوت کی۔

"اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں۔"(سورۃ الرعد:13)

صالح کی بیوی نماز ادا کر چکی تھی اور اب بچوں کو سکول کے لیے تیار کر رہی تھی۔صالح نے سورج طلوع ہونے کے بعد نمازِ اشراق ادا کی اور کام پر جانے کے لیے تیار ہوا۔ معمول کے مطابق آج بھی اس نے بیوی سے ناشتہ کا نہیں پوچھا کیونکہ اکثر میسر ہی نہیں آتا تھا۔بیوی نے خود آکر بتایا کہ رات کی جو روٹیاں رکھی ہوئی تھیں وہ بچوں کو کھلا دیں ہیں اور باقی گھر میں کچھ نہیں پڑا۔ صالح کو معلوم تھا کہ گھر میں کچھ موجود نہیں بس اسے امید نے بِٹھائے رکھا تھا۔بیوی کے جواب کے بعد وہ فوراً گھر سے رخصت ہو گیا جیسے یہی الفاظ سننے کا منتظر تھا۔

اس قدر محرومی کے باوجود اس کے چہرہ پر شکوے کی کوئی شکن نظر نہ آتی تھی۔وہ تھوڑی ہی دیر میں اُس چوک پر پہنچ گیا جہاں مزدور اِس امید سے انتظار کرتے تھے کہ کوئی انھیں

مزدوری کے لیے لے جائے گا۔ دو دن کے مسلسل ناغہ کے بعد آج اُسے مزدوری مل گئی۔ امید کے پتھر پیٹ سے باندھے وہ سارا دن بڑی ہمت سے کام کرتا رہا۔ شام کو ہاتھ میں تین سو روپے سمیٹے ایسے خوشی سے گھر کے لیے نکلا جیسے سارا جہاں اُسکے ہاتھ میں سمٹ گیا ہو۔ مسرت کے عالم میں اُسے ذرا تھکن محسوس نہ ہوئی اور وہ تھوڑی ہی دیر میں گھر کے قریب والی سڑک پر پہنچ گیا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ موت اسکے تعاقب میں بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ سڑک پار کرنے والا ہی تھا کہ تیز رفتار کار اُس پر سے گزر گئی۔ تقدیر کا فیصلہ آن پہنچا۔ لوگ اُسے اٹھا کر ہسپتال لے گئے مگر اُسکی روح پہلے ہی پرواز کر چکی تھی۔

بچے اور بیوی صالح کی تاخیر پر خوش بھی تھے اور بے چین بھی۔ خوشی انھیں اس امید پر تھی کہ اسے آج کوئی کام مل گیا ہے اِس لیے تاخیر ہو گئی ہے۔ اور وہ بہت سارے پیسے لے کر آرہا ہو گا۔ مگر انھیں کیا معلوم تھا کہ صالح آج کی کمائی کی رقم اپنے کفن کے لیے لا رہا ہے نہ کہ انکی روٹی کے لیے۔ کچھ ہی دیر میں لوگ اسکی لاش کو گھر لے آئے۔ گھر والوں کا انتظار ماتم میں تبدیل ہو گیا۔ شب بھر بیوی اور بچے اشکوں کے ہار پروتے رہے۔ اگلے دن اُس کا جنازہ ظہر کے بعد رکھا گیا۔ ہر شخص اُس کی اچانک موت سے غمگین تھا۔ آہوں اور سسکیوں کی گونج میں اُسے خاک کے سپرد کر دیا گیا۔ لوگ اپنے ہاتھ جھاڑ کر دنیا کی رنگینیوں میں پھر سے گم ہوئے۔

کتاب کی چھپائی

عبد اللہ پورے شہر میں اپنی عبادت، صداقت اور سخاوت کی وجہ سے مقبول تھا۔ اِس مقبولیت کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے اکثر امراء کو گمراہ اور عیاشیوں میں فناہ ہی پایا تھا۔ اِس فتنوں کے دور میں بھی عبد اللہ کا تقویٰ پیارے حبیبؐ کے دور کے قریب کے لوگوں کے تقویٰ کی مانند تھا۔ وہ ایک تاجر تھا لیکن اپنے دور کے تاجروں سے بالکل الگ تھلگ۔ تجارت کے وسیع ہونے کے باوجود اُس نے ہر پہلو کو شریعت کی باگوں سے باندھ رکھا تھا۔ یقیناً اُس کی کامیابی کا راز بھی یہی تھا۔

آج بھی معمول کے مطابق وہ عشاء کی نماز کے بعد تہجد کے وقت اٹھنے کی نیت سے سو گیا۔ وہ الارم تو لگاتا تھا لیکن اکثر اُس سے پہلے ہی جاگ جاتا تھا۔ آج جیسے کسی غیبی قوت نے اُس کے دل کا الارم بند کر دیا ہو۔ وہ خود نہ جاگ سکا البتہ گھڑی کے الارم نے اُسے جگا دیا۔ اُس نے سو کر اٹھنے کی دعا پڑھی اور بستر پر بیٹھے بیٹھے کچھ سوچتا رہا۔ اس کے ذہن میں وہ خواب گردش کر رہا تھا جس نے اسے گھڑی کے الارم بجنے تک سلائے رکھا۔ "چالیس پیالے، ایک صراحی، صالح کی موت، صراحی کی مقبولیت، لوگوں کا اُس میں سے پانی پینا"۔ عبد اللہ کو اِس خواب کی کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔ وہ انھی سوچوں میں گم، بستر سے اٹھ کر وضو کے لیے چلا گیا۔ وضو کرتے وقت وہ بڑی دیر تک شیشے میں اپنی آنکھوں کو تکتا رہا مگر خواب پر سے کوئی حجاب نہ ہٹا۔ اُس نے تہجد کی نماز ادا کی اور بے تابی سے فجر کا انتظار کرنے لگا تاکہ امام صاحب سے نماز

کے بعد خواب کی تعبیر پوچھ سکے۔ کچھ ہی دیر بعد فجر کی اذانیں شروع ہو گئیں۔ عبداللہ سنتیں ادا کر کے مسجد کی جانب چل دیا۔ مسجد پہنچ کر نماز باجماعت ادا کی اور اس کے بعد امام صاحب کے پاس تشریف لے گیا۔ امام صاحب نے اُس کا خواب تفصیل سے سنا اور تخلیات کی دنیا میں گم ہو گئے، بہت سوچنے کے بعد انکی قلبی بصیرت نے عاجزی کا اظہار کر دیا۔ امام صاحب نے عبداللہ کو معذرت کرتے ہوئے ایک اور عالم کے پاس بھیجا جو قریب ہی مسجد میں امام تھے۔ عبداللہ نے انکے سامنے اپنا خواب دہرایا۔ امام صاحب نے اطمینان سے خواب سنا اور اسکے بعد کچھ مخصوص کلمات کا ورد شروع کر دیا۔ ورد کے بعد خاموشی سے سر جھکائے کچھ سوچنے لگے۔ اچانک ان کی خاموشی مسرت آمیز مسکراہٹ میں بدل گئی۔ اِس سے پہلے کہ عبداللہ کچھ پوچھتا امام صاحب نے اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ تم بڑے خوش قسمت ہو۔ اللہ نے تمھیں ایک مقدس کام کے لیے چنا ہے۔ تم نے جو صالح نامی شخص کو صراحی میں چالیس پیالے انڈھیلتے دیکھا وہ در حقیقت چالیس راتوں کا علم ہے جو صالح نے ایک درویش سے حاصل کیا اور اسے قلم بند کیا۔ موت کا منظر جو تم نے دیکھا وہ صالح کی موت تھی جو کچھ دن پہلے ایک حادثے میں ہوئی۔ صراحی جو تم نے خریدی وہ دراصل کتاب کا مسودہ ہے جو صالح کے گھر والوں کے پاس پڑا ہوا ہے۔ یہ تمھارے لیے حکم ہے کہ اُس مسودہ کو خرید کر شائع کرو۔ صراحی کی مقبولیت اور لوگوں کا اُس میں سے پانی پینا دراصل کتاب کی مقبولیت اور اثر انگیزی کی نوید ہے۔ یہ موجودہ دور کے مطابق علم و حکمت کے بہت سے بند دریچوں کو وا کرے گی۔ حق کے کھیت کھلیانوں کو تروتازگی سے بھر دے گی اور کفر کی جڑوں کو کھوکھلا کر دے گی۔ عبداللہ خاموشی سے خواب کی تعبیر سن رہا تھا اور فرطِ جذبات سے اُسکی آنکھوں

سے آنسو ابل رہے تھے۔ عبد اللہ اور امام صاحب کے درمیان کافی دیر گفت وشنید ہوئی۔ عبد اللہ نے امام صاحب کی مصروفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آخر اجازت چاہی۔ امام صاحب اُسے رخصت کرنے مسجد کے دروازے تک آئے۔ عبد اللہ تیز قدمی سے گھر کی طرف چل دیا۔

فرطِ مسرت نے اُسے مدہوش سا کر دیا تھا۔ وہ تصورات کی دنیا میں اِس قدر غرق تھا کہ راستہ میں کوئی شے اُسے اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی۔ کچھ ہی دیر میں وہ گھر پہنچ گیا۔ سب سے پہلے اُس نے نوافلِ شکر ادا کیے۔ پھر خادم کو بلا کر بتایا کہ وہ صالح کے گھر کا پتہ معلوم کرے جو کچھ دن پہلے فوت ہو چکا ہے، خادم نے عبد اللہ سے کچھ مزید معلومات لیں اور تکمیلِ حکم کے لیے چل پڑا۔ عبد اللہ نے ناشتہ تناول فرمایا اور پھر اشراق اور چاشت کی نمازیں ادا کیں، اتنی دیر میں خادم صالح کے گھر کا پتہ معلوم کر کے آ گیا تھا۔ اُس نے عبد اللہ کو ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ کچھ ہی دیر بعد دونوں صالح کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے صالح کے لیے دعائے مغفرت کی اور پھر انھیں ساری بات سے آگاہ کیا۔ صالح کی زوجہ سارے معاملے کو بھانپ گئی کیونکہ صالح اکثر اُس سے اِس کتاب کا ذکر کیا کرتا تھا۔ وہ لوگوں تک یہ علم پہنچانا چاہتا تھا لیکن غربت نے اُس کے ہاتھوں کو باندھ رکھا تھا۔ صالح کی بیوی فوراً وہ مسودہ اٹھانے چلی گئی اور عبد اللہ کو مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اِسی دوران عبد اللہ کو ان کی کمپرسی کا حال بھی معلوم ہو گیا تھا۔ اُس نے خادم کو حکم دیا کہ 5 لاکھ نقد اور 10 ہزار ماہانہ امداد سے ان کی معاونت کا اہتمام کرے۔ صالح کی بیوی نے مسودہ لا کر عبد اللہ کے حوالے کر دیا۔ عبد اللہ نے اُسے بوسہ دیا، سینے سے لگایا اور ادب سے اپنے چادر میں لپیٹ

لیا۔ صالح کی بیوی یہ دیکھ کر تعجب میں پڑ گئی کہ اُسکے غریب شوہر نے ایسا کیا لکھا ہے کہ یہ امیر زادہ اِس قدر عقیدت کا اظہار کر رہا ہے۔ عبد اللہ نے اُن سے مالی امداد کی یقین دہانی کا وعدہ کیا اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔ وہ سارا راستہ کتاب کے بارے میں ہی سوچتا رہا۔ اِس کا نام کیا رکھوں، شائع کب اور کہاں سے کراؤں وغیرہ۔ گھر پہنچ کر اُس نے رہنمائی اور مدد کے لیے صلوٰۃ الحاجت ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر اُس نے کتاب کو نہایت ادب سے کھولا، پہلے ہی صفحہ پر بسم اللہ کے بعد کتاب کا نام درج تھا۔ "میرے مرشد (خانقاہ میں چالیس راتیں)"۔ عبد اللہ کو یہ نام بہت پسند آیا اور ویسے بھی اس نے کتاب کو امانت جانتے ہوئے کوئی رد و بدل بھی نہ کرنے کا خود سے عہد کیا تھا۔ وہ صفحات پلٹتا گیا جہاں کوئی جاذبِ نظر عبارت نظر آتی اسے پڑھ لیتا۔ اُسے ہر ہر حرف سحر سے لبریز نظر آیا۔ اُس کی آنکھوں نے وہ حسن دیکھا ہی نہ تھا جو اُن عبارتوں کے رخ و زلف سے چھلک رہا تھا۔ حرف یوں مشک سے معمور تھے جیسے بہاروں کو قید کر رکھا ہو۔ عبد اللہ پر عجیب سی کیفیت طاری ہونے لگی۔ اُس کے قلب میں مقدس جذبات یوں ٹھاٹھیں مارنے لگے جیسے نوح کا طوفان ہو۔ کتاب مزید پڑھنے کی اُسے ہمت نہ ہو رہی تھی۔ اُس نے کانپتے ہاتھوں سے کتاب کو بند کر کے رکھ دیا۔

اگلے دن اِس سونپے گئے فرض کی تکمیل کے لیے وہ ایک پبلشر کے پاس تشریف لے گیا۔ اس کے ساتھ تفصیلی گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ وہ ایک مہینے کے اندر کتاب پبلش کر کے ان کے حوالے کر دے گا۔ پبلشر نے بے حد خلوص نیت سے کام کیا۔ نہایت ہی کم وقت میں کتاب شمع بن کر حق کے راہگیروں کو دنیا کی پگڈنڈیوں سے نکالنے پہنچ گئی۔ 14 اگست 2022

کو عبد اللہ کو بھی کتاب ارسال کر دی گئی اور اُس کی اجازت سے علمی مے کدوں میں حق طالبوں کی پیاس بجھانے کے لیے بھی میسر کر دی گئی۔

میرے مرشد

(خانقاہ میں چالیس راتیں)

مرشد کے بیانیات اور حالات زندگی جنھیں صالح نے قلم بند کیا اور اس کی موت کے بعد عبداللہ نے اُسے شائع کیا۔

گھر سے مرشد تک

صالح : میرے چار بھائی تھے اور ان میں ، میں سب سے چھوٹا تھا۔وہ چاروں اِس قدر لائق تھے کہ شاید ہی کبھی انھوں نے پہلی پوزیشن ہاتھ سے جانے دی ہو۔میں جب چار سال کا ہوا تو باپ نے مجھے بھی سکول داخل کروادیا۔ اساتذہ نے میرے اوپر کافی محنت کی لیکن سب رائیگاں؛ وہ مجھے سمجھ سکے اور نہ ہی میں انھیں سمجھ پایا۔ایک سال گزر جانے کے بعد انھوں نے باپ کو جواب دے دیا اور کہا کہ پڑھائی لکھائی اسکے بس کی بات نہیں۔اسے کچھ بکریاں لے دو تا کہ ان کی دیکھ بھال کر کے چار پیسے گزر بسر کے لیے کما لیا کرے۔باپ پہلے ہی مجھ سے تنگ تھا کہ باقی بیٹوں کی وجہ سے جو عزت بنی ہوئی ہے، یہ نکما خاک میں ملا رہا ہے۔اس نے مجھے سکول سے اٹھایا اور مدرسے میں پھینک دیا۔یہ وہ دور تھا جب مدرسہ کو شر کی علامت سمجھا جاتا تھا۔مائیں بچوں کو شرارتوں سے روکنے کے لیے مدرسے میں ڈال دینے کی دھمکی دیتی تھیں۔ایک عام بچے کے ذہن میں مدرسہ کا نام سن کر جیل کا سا خاکہ بن جاتا تھا۔

مدرسہ کا یہی تصور لیے میں نے اِس کی حدود میں قدم رکھا تھا۔میرا جسم خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔باپ میرا داخلہ کروا کے تھوڑی ہی دیر میں رخصت ہو گیا۔میں اِس انتظار میں تھا کہ ابھی کوئی مجھے تھپڑ مار کر کہے گا کہ چوتھا کلمہ سنا۔سارے معاملات اِس کے برعکس دیکھ کر میری عقل دنگ رہ گئی۔مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے باپ مجھے مدرسے کی بجائے جنت میں چھوڑ گیا ہے۔میرے قلب نے یوں قرار پکڑا جیسے مچھلی کو کسی نے خشکی سے اٹھا کر پانی

میں ڈال دیا ہو۔ اساتذہ کی شفقت، ساتھی طلبہ کی معصومیت اور تلاوتِ قرآن کی نورانیت، یہ سب کچھ جنت ہی کی مثل معلوم ہو رہا تھی۔ کند ذہن ہونے کے باوجود میں نے تین سال کے عرصے میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ میرے باپ کو حفظ سے زیادہ اس بات کا اطمینان تھا کہ اُس کا بیٹا مفت میں پل رہا ہے۔ اِسی لیے درس نظامی کورس کے لیے بھی اُس نے خوشی سے اجازت دے دی۔ میں نے دن رات کی محنت اور اساتذہ کی راہنمائی سے یہ 8 سال کی طویل مسافت بطریق احسن طے کی۔ اب تک باپ نے باقی بیٹوں کی شادی کر دی تھی۔ فرض کے ساتھ ساتھ وہ اولاد کی شادی کو بوجھ بھی سمجھتا تھا اسلئے اُس نے جلد ہی آخری بوجھ بھی سر سے اتار دیا۔ تب میری عمر مشکل سے 17 سال ہوئی ہو گی۔ ایک بے بس قیدی کی مانند، نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے قبول ہے قبول ہے کا نغمہ گواہوں کو سنا دیا۔ میرے شعور کی شاخیں ابھی کچی تھیں۔ پاؤں رکھنے والے نے مجھے توڑنا تھا ہی، خود بھی زخمی ہونا تھا۔ میں اپنی تکمیل کے لیے لڑ رہا تھا۔ تشنگیءِ علم و معرفت نے مجھے خاموش کر دیا تھا۔ لاغر و بیمار شخص کی مانند میں رشتہ ازدواج کا بوجھ بھی اُٹھاتا رہا اور ساتھ ساتھ علم کی تلاش میں بھی سر گرداں رہا۔

وقت کا پہیہ اپنی رفتار سے برابر گھومتا رہا اور اِسی کشمکش میں زندگی کے دس برس اور گھٹ گئے۔ کوئی کام نہ ملنے کی وجہ سے میں مزدوری ہی کر رہا تھا۔ اِس سال بچوں کو کرونا وبا کی وجہ سے سکول سے چھٹیاں مل گئیں تھیں جسکی وجہ سے اخراجات کم ہو گئے تھے۔ میں نے اپنے استاد کے پاس کچھ وقت گزارنے کا عزم کیا تا کہ انکے حالات زندگی سے آگاہ ہو سکوں۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد ان سے کبھی کبھار ملاقات ہو جاتی تھی لیکن میں خصوصاً کبھی اُن

سے ملنے نہ گیا تھا۔ اس لیے میں نے نان نفقہ کا انتظام کیا اور بیوی بچوں سے اجازت طلب کر کے استاد کے پاس تشریف لے گیا۔

پہلی شب

(فتنوں کا دور، علمِ بغاوت، متوسط راہ، غضب و رحمت، آنسوؤں کا بہنا، بدعتیں، یقین اور علم الغیب)

صالح: میں جب خانقاہ پہنچا تو لوگ نمازِ مغرب کی تیاری میں مشغول تھے۔ استاد کو ڈھونڈا تو مسجد کے اندرونی حصے میں انھیں ورد و ظیفہ میں مصروف پایا۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور انھوں نے نہایت خوشدلی سے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں حالِ دل بیان کرنے والا ہی تھا کہ انھوں نے مجھے ٹوکتے ہوئے کہا کہ تجھے ہم نے ہی بلایا ہے اور تو کچھ عرصے کے لیے ہمارا مہمان ہے۔

یہ بات سن کر تعجب کی لہر، میرے وجود میں مانندِ برق اتر گئی۔ میں حیران تھا کہ کس دریچے سے یہ بندہ ءخدا میرے دل میں جھانکا ہے۔ حیرت نے مجھے ایسے خاموش کر دیا تھا کہ میں ایک ساکت بت بن کر رہ گیا تھا۔ مغرب کا وقت داخل ہوا، مؤذن نے اذان دی۔ لوگ نماز کے لیے صف آرا ہوئے۔ میں بھی انھی صفوں میں شامل تھا مگر نامکمل۔ نماز کے بعد زیادہ تر لوگ اپنے گھروں کو پلٹ گئے۔ چند لوگ استاد کا وعظ سننے بیٹھ گئے۔ استاد نے مغرب سے عشاء کا درمیانی وقت سوالیوں اور علم کے متلاشیوں کے لیے مختص کیا ہوا تھا۔ چند دنوں سے

انھوں نے وعظ کا سلسلہ چھوڑ کر سوال و جواب کی نشست شروع کی ہوئی تھی۔ معمول کے مطابق لوگوں نے اپنے سوال پوچھنے شروع کیے۔

سوالی: مرشد! جن فتنوں کی آقا کریم ﷺ نے پیشن گوئی کی تھی وہ ہمارے سروں پر مسلسل برس رہے ہیں۔ کفر و شرک کی تند آندھیوں نے اہل ایمان کو تنوں سمیت اکھاڑ پھینکا ہے۔ جو باقی ماندہ ہیں وہ موت و حیات کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ایسے حالات میں وہ لوگ جن کے دل میں ایمان کی کوئی چنگاری سلگ رہی ہے، کون سی راہ اختیار کریں۔ اعلانِ بغاوت کر کے گردنیں کٹوالیں یا کفر کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں۔ تیسری راہ ہمیں نظر نہیں آتی۔

مرشد: بیٹے! تیری آنکھوں نے جو دو راستے دیکھے ہیں دونوں غلط ہیں۔ ایک عام شخص کا علمِ بغاوت بلند کر کے گردن کٹوالینا خودکشی اور کفر کے ہاتھ میں ہاتھ دینا نفاق ہے۔ البتہ خودکشی نفاق سے چھوٹا گناہ ہے مگر گناہ ضرور ہے۔ تم اپنے قرب و جوار میں ایسے گروہوں کو تلاش کرو جن کے قدم راہِ جہاد میں جمے ہوئے ہوں۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ جہاد کی بے شمار شاخیں ہیں۔ تم اپنے قلبی رجحان اور قوت و جان کے مطابق شاخ کا انتخاب کرو۔ اگر تم قلب میں علمی پیاس پاتے ہو تو علمی حلقوں سے جا جڑو۔ اگر ضرب و حرب کی مہارت رکھتے ہو تو مسلح گروہوں میں شمولیت اختیار کرو۔ اگر حالات تمھیں اِس کی اجازت نہیں دیتے تو انفرادی جہاد کو لازم پکڑو۔ انفرادی جہاد یہ ہے کہ اپنے ایمان کے گرد مضبوط قلعہ بن جاؤ۔ کفر و نفاق کی آندھیوں کے تھپیڑے منہ پر کھالو مگر شمعِ ایماں بجھنے نہ پائے۔ ضرورت پڑنے پر ہڈیوں اور لہو کا ایندھن اسے دے دو مگر اِسکی لو مدھم نہ ہونے پائے۔ یہ صبر کی راہ ہے اور صابرین کو اللہ نے اپنی حمایت اور کامرانی کی بشارت کلامِ مقدس میں دی ہے۔

سوالی: مرشد! آپ نے فرمایا کہ ایک عام شخص کا علمِ بغاوت بلند کر کے گردن کٹوا لینا خودکشی ہے۔ یہاں خاص و عام کی تفریق کیسی؟

مرشد: بیٹے! تم عمل کو نہ دیکھو بلکہ حاصل پہ نگاہ دوڑاؤ۔ ایک عام شخص کا ساتھ دینے والے دو چار لوگ ہوں گے۔ اگر قتل کر دیا گیا تو وہ بھی چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ اسے دہشتگرد کہہ کر قاتلوں کو تمغے پہنا دیے جائیں گے اور اُس کے باقی چار ساتھیوں کو پکڑ کر زنداں میں ڈال دیا جائے گا۔ اِس کے برعکس کوئی خاص آدمی جب علمِ بغاوت بلند کرتا ہے تو اس کا حاصل بیش بہا ہوتا ہے۔ وہ جب تک کھڑا رہتا ہے کفر کی ٹانگیں تھر تھراتی رہتی ہیں اور جب شہید ہو جاتا ہے تو تمام عالم میں ایک نئی روح پھونک جاتا ہے۔ جس سے کفر مزید مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ نواسۂ رسولؐ کی شہادت کو دیکھو، صدیاں بیت گئیں مگر وہ شہادت آج بھی اہلِ حق کو شجاعت کے جام پلاتی ہے۔ باطل آج بھی کربلا کا سوچ کر سہم جاتا ہے۔ اگر تمھاری قلبی بصیرت اتنی دور دیکھنے سے قاصر ہے تو دورِ حاضر کی مثالیں دیکھ لو۔ خادم رضوی راہ جہاد میں جب زندہ تھے دریا تھے، جب دنیا سے گئے سمندر ہو گئے۔

سوالی: مرشد! اکثر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ دنیا اور عقبیٰ ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔ کوئی کلیہ ہے ایسا جو اسے ممکن بنا سکے؟

مرشد: حیاتِ رسول اللہ ﷺ کامل ترین کلیہ ہے۔

سوالی: مرشد! اس میں ذرہ برابر شک نہیں مگر ہمارے دل ایسے پتھر ہو گئے کہ اثر قبول ہی نہیں کرتے۔ مثال سے سمجھا دیجیے۔

مرشد: بیٹا! مقصدِ حیات کو مدِ نظر رکھو اور اس کے لیے متعین کردہ راستے کا علم سیکھو تاکہ تم اِس کی پہچان کر سکو۔ سمندر کی لہریں فرشتوں کی مانند محوِ عبادت ہیں۔ وہ ایک خاص رفتار سے متعین کردہ سمتوں میں تیر رہی ہیں۔ کشتی کی کمان تمھیں سونپی جا چکی ہے۔ راستے کی نشاندہی کرا دی گئی ہے۔ ہدف واضح کر دیا گیا ہے۔ تم بس اُس راہ کو نگاہ میں رکھ کر چپو چلاتے جاؤ۔ خوفِ آخرت کی لہر اگر تمھیں بہا کر دور لے جائے تو رحمت کا دامن تھام کر وسط کی طرف لوٹ آؤ۔ امیدِ رحمت اگر معصیت کی طرف لے جائے تو خوفِ خدا کا سہارا لے کی وسط کی طرف آ جاؤ۔ بس یہی تمھارا مقصد حیات ہے اور یہی دین و دنیا کو جمع کرنے کا کلیہ ہے۔ اِس راستہ کی نشاندہی حضورؐ نے اِس طریق سے کی کہ آپ ﷺ نے ایک لکیر کھینچی اور دو لکیریں اُس کے دائیں جانب اور دو بائیں جانب کھینچیں۔ پھر اپنا ہاتھ بیچ والی لکیر پر رکھا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اِس آیت کی تلاوت کی۔ "یہی میرا سیدھا راستہ ہے پس تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ یہ تمھیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔" (ابن ماجہ کتاب السنہ حدیث نمبر:260)

سوالی: مرشد! ہم میں سے ایک گروہ غضبِ الٰہی کے زیرِ سایہ سفرِ آخرت طے کرتا ہے جبکہ دوسرا گروہ سفینہء رحمت کا مسافر بن کر آخرت کی طرف بڑھتا ہے۔ کسی کا عمل درست ہے؟

مرشد: بیٹے! غضب و رحمت دونوں ہی ضروری زادِ راہ ہیں۔ غضب و عذاب انسان کو لایعنی امور سے باز رکھتا ہے جبکہ رحمت مایوسی سے بچاتی ہے اور ہمت کو مرنے نہیں دیتی۔ تم نے نہیں دیکھا کہ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی ترک کرنے والا گمراہی کی دلدل میں پھنس

جاتاہے۔جنھوں نے امیدِ رحمت کو ترک کیا،شدتِ عذاب کے خوف نے انھیں مایوسی میں ڈال دیا اور جنھوں نے خوف کو ترک کیا، لذات و شہوات نے انھیں گمراہی کی نجاست سے لت پت کر چھوڑا۔ موجودہ دور میں خوف کا غلبہ کہیں نظر نہیں آتا،اکثریت رحمتِ الٰہی کے جام پی کر عبادتِ نفس و ابلیس میں مست ہے۔اس واسطے تمھیں چاہیے کہ دل کی کھیتیوں میں اگنے والی شہوت کی بوٹیوں کو خوف کی آگ سے جلا کر بھسم کر دو تا کہ تمھاری اصل فصل کو ضرر نہ پہنچے۔جب یہ آگ ضرورت سے بڑھنے لگے تو اسے رحمت کے پانیوں سے ٹھنڈا کرلو۔یہی درست عمل ہے اے اہل محفل۔

صالح: میں نے دزدیدہ نظروں سے دیکھاتو تمام اہل محفل کی آنکھوں کو اشک بار پایا۔مرشد کے لفظوں کی ضرب نے چشمے جاری کر دیے تھے مگر میری آنکھ مانندِ صحرا خشک ہی رہی۔ یہ تفریق مجھے سمجھ نہ آئی۔عصاوعصابردار ایک،شدت واندازِ ضرب میں کوئی تفاوت نہیں۔ پھر کہیں خاموشی تو کہیں سے چشمے جاری کیوں ۔اضطراب کی شدت نے میرے لبوں کو حرکت دی اور ہانپتے کانپتے میں نے اپنا سوال مرشد سے سامنے رکھ دیا۔

مرشد: بیٹے! تیرے سوال کا جواب قرآن نے چودہ سو برس پہلے دے دیا تھا۔"اور جب اس چیز کو سنتے ہیں جو رسول ﷺ پر اتری تو ان کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ آنسوؤں سے بہتی ہیں اسلیے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا"۔(5:83)

بیٹے! اصل فرق حق کی پہچان کا ہے۔

صالح: مرشد! آپ کو معلوم ہے میں نے گیارہ سال مسلسل قرآن وحدیث کا علم سیکھا۔ حاضرین میں سے شاید ہی کسی کے پاس مجھ سے زیادہ حدود اللہ کا علم ہو۔ کیا میں حق کی پہچان نہیں رکھتا؟

مرشد: بیٹے! حق کا علم اور حق کی پہچان میں بڑا فاصلہ ہے۔ بلاشبہ علم ہی حق کی پہچان کرواتا ہے لیکن یہ اُس صورت میں جب پہچان کے لیے حاصل کیا گیا ہو۔ علم بڑا خزانہ ہے اور عالم کا بہت بلند رتبہ ہے۔ اس مقام پر اللہ کی توفیق سے حق کی پہچان بہت آسان ہو جاتی ہے۔ اسلئے تو پریشان مت ہو۔

صالح: مرشد! کی زبان سے یہ الفاظ "تو پریشان مت ہو" سن کر میرے دل کو راحت پہنچی اور مایوسی رفع ہو گئی۔ اب عشاء کا وقت بھی قریب تھا۔ مرشد نے حاضرین سے آخری سوال پوچھنے کا کہا۔

سوالی: مرشد! ہمارے معاشرے میں بہت سی ایسی رسومات ہیں جنھیں ایک طبقہ جائز کہتا ہے جبکہ دوسرا ناجائز۔ ایسے حال میں ایک عام بندہ کس تعبیر کی پیروی کرے؟

مرشد: بیٹے! رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی پیروی کر۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ حلال واضح ہے اور حرام بھی۔ ان کے درمیان بعض چیزیں مشتبہ ہیں جنھیں بہت سے لوگ نہیں جان پاتے (کہ حلال ہے یا حرام)۔ جو ان مشتبہ چیزوں سے بچے، اُس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو مشتبہات میں پڑ گیا وہ ایک دن حرام میں پڑ جائے گا، جیسا کہ چراگاہ کے قریب جانور چرانے والا اِس بات کے قریب ہوتا ہے کہ اُس کا جانور اُس چراگاہ میں بھی

چرنے لگ جائے۔ خبر دار! ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اُس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ (ابن ماجہ 3984)

بیٹے! بس فرمان رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے مشتبہ چیزوں کو ترک کر دو اب چاہے وہ سالگرہ کی تقریبات ہوں یا گیارھویں، یارہویں اور چالیسویں کی نیازیں۔

صالح: اختتامی دعا کے بعد عشاء کی نماز ادا کی گئی۔ نماز کے بعد ایک نوجوان مرشد کے پاس تشریف لایا اور عرض کی کہ میرا ایک ضروری سوال ہے جو وقت کی قلت کی وجہ سے مجلس میں نہ پوچھ سکا۔ مرشد نے اُسے سوال پوچھنے کا کہا۔

سوالی: مرشد! علم ہونے کے باوجود نفس عمل پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اِسے کون سی دوا پلاؤں کہ تازہ دم گھوڑے کی طرح نیک راہوں پہ دوڑنے لگے؟

مرشد: بیٹے! اپنے یقین کو پختہ کرو۔

سوالی: مرشد! یقین تو پہلے ہی سے پختہ ہے۔

مرشد: بیٹے! آخرت پر پختہ یقین رکھنے والا کبھی بے عمل نہیں ہو سکتا۔ تو نے اُس چوکیدار کو نہیں دیکھا جو رات بھر جاگتا ہے اِس امید سے کہ مالک اُسے مہینے بعد اجر دے گا۔ یقین اِس شخص کو چند پیسوں کے لیے رات بھر جگائے رکھتا ہے۔ تیرا یقین یہ کیسا یقین ہے جو تجھے چند منٹوں کے لیے مصلے پر کھڑا نہیں کر پاتا۔ تجھے حرام سے نہیں روک پاتا۔ تجھے نیکیوں کے لیے نہیں ابھارتا۔ یا پھر آخرت کا عذاب و ثواب اس قدر غیر معمولی ہے کہ تجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ آخرت کا عذاب و ثواب اِس قدر شدید

ہے کہ انسانی ذہن اسے احاطہ نہیں کر سکتا۔بیٹے! اپنے یقین کو علم و عمل اور غور و فکر سے پختہ کرو، نفس خود بخود عمل پر امادہ ہو جائے گا۔

صالح: موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں نے بھی سوال پوچھ لیا جس نے مجھے اضطراب میں ڈال رکھا تھا۔

مرشد: بیٹے! میرا یہ کہنا کہ تجھے ہم نے ہی بلایا ہے، کیوں اضطراب میں ڈالے ہوئے ہے۔اِس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ میرے پاس کوئی غیر معمولی طاقت ہے۔بیٹے یہ دعا سے بھی تو ہو سکتا ہے۔اور کوئی اللہ پر جبر نہیں کر سکتا۔وہ چاہے تو دعا کو قبول کرے اور چاہے تو نہ کرے۔اور نہ یہ سمجھ کہ میرے پاس غیب کا علم ہے۔جس کے ذریعے میں نے تیرے آنے کا مقصد جان لیا۔بیٹے تو نے کیا قرآن میں نہیں پڑھا" کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں خدا کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے۔اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔(2:65)

اِسی طرح سورۃ الجن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" غیب جاننے والا اور کسی پر غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہباں مقرر کر دیتا ہے"۔(72:26-27)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"کسی نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔(بخاری 6983)

صالح: مرشد کی بات سن کر میں مہمان خانہ چلا گیا اور مرشد اپنے گھر۔یہ دراصل ایک کمپلیکس تھا جسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔امام صاحب کی رہائش، علم کے مسافروں کے لیے مہمان خانہ، طلباء کی رہائش اور مسجد جسے زاہرین عقیدت میں خانقاہ بھی کہتے تھے۔

دوسری شب

(اقتدار کا غلط استعمال، فقیری یا حکومت، راہِ حق کی آزمائشیں، حبِ دنیا، غفلت، آخرت کی مٹھاس، حسنِ کامل کی جھلک، اچھی صحبت)

صالح: معمول کے مطابق تشنگانِ علم بعد از نمازِ مغرب آج بھی اُس گوشہ میں جمع ہوئے جہاں مرشد وعظ فرماتے تھے۔ مرشد تشریف لائے، سلام کیا اور مسندِ ارشاد پر براجماں ہوئے۔

سوالی: مرشد! میں ایک سرکاری محکمے کا عہدہ دار ہوں۔ میرے ظاہر کی آواز میں ایسی قوت پیدا ہو چکی ہے کہ لبوں کی ذرا جنبش سے ہزاروں لوگ حرکت میں آ جاتے ہیں۔ مرشد! مگر میرے اندر کی آواز پست ہوتے ہوتے ختم ہو گئی ہے۔ پہلے میں سرکاری قلم بھی ذاتی استعمال میں لانے سے گریز کرتا تھا۔ اب آسائشوں اور خواہشوں نے اس دہانے لا کھڑا کیا ہے کہ سرکاری املاک کا خاصہ حصہ ذاتی استعمال میں لائے بغیر گزر محال ہو گیا ہے۔ سرکاری گاڑیاں، میں اور میرے عزیز و اقرباء بلا روک ٹوک استعمال میں لاتے ہیں۔ دس کے قریب سرکاری ملازم میرے گھر والوں کی خدمت کے لیے مختص ہیں جن کی تنخواہ لاکھوں میں بنتی ہے۔ سرکاری ملازمین کو ذاتی امور کے لیے جدھر چاہتا ہوں بھجواتا ہوں۔ مرشد! اس سارے معاملے میں، میں جانتا ہوں کہ باہر والوں کی زبانیں تو میرے شر کی وجہ سے گونگی ہو گئی ہیں مگر اندر کا سناٹا میری سمجھ سے باہر ہے؟

صالح: سوال کے دوران مرشد کی آنکھیں آنسوؤں سے نم ہو گئیں۔ آنسو پونچھتے ہوئے بولے سبحان اللہ! میرا رب بڑا رحم کرنے والا ہے۔ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا۔ بیٹے! تیرے اندر کی آواز مدھم ضرور ہوئی ہے مگر ختم نہیں ہوئی۔ یہ چراغ تیرے والدین کی پاکیزہ زندگی اور تیرے نوعمری کے تقویٰ کی بدولت جل رہا ہے۔ تیرا یہ سوال تیرے دل کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔

بیٹے! روحانی قلب کی تین ضروری غذائیں ہیں: یقین، علم اور عمل۔ عہدہ سنبھالنے سے پہلے تیرے گھریلو پاکیزہ ماحول کی وجہ سے قلب کو متواتر غذا ملتی رہی۔ اِسی لئے وہ تندرست رہا۔ اِسی تندرستی کی بدولت اس نے تجھے سرکاری قلم تک ذاتی استعمال میں لانے سے روکے رکھا۔ رفتہ رفتہ دنیا کے نشے نے تجھے علم سے لاتعلق کر دیا۔ علم رخصت ہوا تو عمل کمزور پڑ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ تو گناہوں کی دلدل میں گردن تک پھنس چکا لیکن دل نے کوئی واضح (red signal) نہیں دیا۔

یہ دل کے لاغرپن کی وجہ سے ہے اور لاغرپن روحانی غذا روک دینے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بیٹے! جہاں تک عہدے کی بات ہے تو اہل آخرت ہمیشہ ہی اِس سے بچتے رہے ہیں کیونکہ یہ ایک بہت بھاری ذمہ داری اور کمر توڑ امتحان ہے۔ اور جب یہ ذمہ داری ان پر ڈال دی گئی تو تاریخ گواہ ہے کہ حکمران ہوتے ہوئے بھی انکا رہن سہن فقیرانہ تھا۔ میرے بیٹے! تو نے کیا وہ حدیث نہیں پڑھی جس میں حضرت عمر فرماتے ہیں: "میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں حاضر ہوا تو آپ ﷺ ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ میں بیٹھ گیا، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے صرف تہ بند پہن رکھا ہے، دوسرا کوئی کپڑا زیب تن نہیں، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ

کے پہلو پر چٹائی سے نشان پڑ گئے ہیں۔ایک طرف صرف تھوڑے سے جو تھے جو غالباً ایک صائع ہوں گے اور کیکر کے پتے تھے اور بغیر دباغت کھال لٹکی ہوئی تھی۔میری آنکھوں میں آنسوؤں آ گئے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"ابن خطاب کیوں روتے ہیں؟ میں نے کہا اللہ کے نبیؐ میں کیوں نہ روؤں،اِس چٹائی سے آپ ﷺ کے پہلو میں نشان پڑ گئے ہیں اور آپ ﷺ کے سامان رکھنے کی جگہ میں کچھ نظر نہیں آتا، سوائے اس کے جو میں دیکھ رہا ہوں۔اُدھر کسریٰ اور قیصر باغوں اور میووں میں (عیش کر رہے)ہیں۔آپ ﷺ اللہ کے نبی اور اُس کے برگزیدہ ہیں اور یہ آپ ﷺ کا توشہ کانہ ہے(جو خالی پڑا ہے)۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"خطاب کے بیٹے!کیا تو اِس بات سے خوش نہیں کہ ہمیں آخرت مل جائے اور ان کو دنیا۔میں نے کہا کیوں نہیں۔"

صالح:مرشد اِس روانی سے بات کر رہے تھے جیسے وہ آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کر رہے ہوں میں نے جو کن اکھیوں سے دیکھا تو پورے مجمع کو روتے پایا۔مرشد کی آنکھوں سے یوں آنسوؤں بہہ رہے تھے جیسے کوئی پرنالہ ہو۔یہ کیفیت دیکھ کر مجھ سے بھی ضبط نہ ہو سکا اور بچوں کی طرح میں نے بھی رونا شروع کر دیا۔مرشد غم سے لبریز تھے مگر آپ نے بیان جاری رکھا۔

بیٹے تو نے کیا خلفاءراشدین کی زندگیاں نہیں پڑھیں۔آخرت کی جواب دہی نے کیسے انکی کمروں کو جھکا دیا تھا۔تو نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے حالات نہیں سنے۔"خلافت سے پہلے عیش و تنعم کی زندگی کی وجہ سے جسم نہایت تر و تازہ تھا۔ازار بند پیٹ کے نیوں میں غائب

ہو جاتا تھا۔ لیکن خلافت کے بعد کی زاہدانہ زندگی نے رنگ روپ بالکل بدل دیا تھا۔ سوکھ کر لاغر ہو گئے تھے۔ پسلیاں بغیر چھوئے ہوئے گنی جاسکتی تھیں۔" (تاریخ الخلفاء)

حاصل یہ کہ دنیا اہل دنیا کے لیے عیش و عشرت کا باعث ہے جبکہ اہل آخرت کے لیے کمر جھکا دینے والی ذمہ داری ہے۔

سوالی: مرشد میرے لیے کیا حکم ہے؟ کوئی راہِ فرار آپ کی نگاہ میں ہے تو بتایئے؟

مرشد: بیٹے تیرے لیے دو راستے ہیں یا تو سلطان التارکین حضرت ابراہیم بن ادہم کی طرح حکمرانی کا بوجھ گلے سے اتار پھینک، جس سے تو جہنم کی راہ تراش رہا ہے۔ اور زندگی کو دین کے غلبے کے لیے وقف کر دے۔ دنیا کے چشموں سے بس اتنا پی کہ تو منزل پر پہنچ سکے نہ کہ اتنا کہ پیٹ کے پھولنے سے تو سست اور مست پڑ جائے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ مسندِ حکومت پر رہتے ہوئے ایسا طرزِ زندگی اپنا کہ کوئی انجان تجھے دیکھے تو یہی گمان کرے کہ کوئی غریب فقیر ہے۔ تیری رعایا میں سے اگر کوئی بچہ برہنہ پا ہے تو پھر تیرے بچوں کو بھی کوئی حق نہیں کہ انکے پیروں تلے جوتیاں ہوں۔ انصاف کی راہ اپنا، آسائشوں کو ترک کر دے اور خوفِ آخرت کو گلے کا ہار بنا لے۔ پھر اگر تو تادمِ آخر اِس راہ پر قائم رہے تو تجھے قیامت کے دن اللہ کے عرش کا سایہ مبارک ہو، جب کوئی دوسرا سایہ نہ ہو گا۔ (بخاری)

لیکن بیٹے یہ یاد رکھ کہ دونوں راہیں کٹھن اور صبر آزما ہیں کیونکہ یہ جنت تک جاتی ہیں اور جس راہ پر تو چل رہا ہے بظاہر آسائشوں سے اٹی ہوئی ہے کیونکہ یہ جہنم تک جاتی ہے۔ اِس معاملے

میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو پیشِ نظر رکھ۔" جہنم کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا اور جنت کو ناگوار چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا۔"(بخاری)

بیٹے دونوں راہیں تیرے سامنے ہیں۔ اب چاہے تو جنت کی راہ لے اور چاہے تو جہنم کی۔

صالح: مرشد خاموش ہوئے تو مجمع کی ہچکیاں واضع ہو گئیں۔ حیا کے مارے لوگ اپنی ہچکیاں دبانے اور آنسو چھپانے لگے۔ مرشد اگلے سوال کے منتظر تھے اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مجمع میں سے کسی میں بھی سوال پوچھنے کی تاب نہ رہی۔ میں نے ہمت جمع کی اور مرشد سے اِس راستے کی پیچیدیوں کے بارے میں مزید وضاحت چاہی۔"مرشد! ایک فرد کے لیے تو قدرے آسان ہے کہ وہ آسائشوں کو ترک کر دے اور شریعت کی باگوں میں خود کو باندھ دے مگر عزیز و اقرباء کو کیسے قائل کرے۔ ان کی محبتیں اور وفائیں تو عنایتوں کی بنیاد پر ہوتیں ہیں۔ اگر عنایتیں روک دی جائیں تو محبتیں عداوتوں میں بدل جائی ہیں۔ معاشرہ ،اقرباء اور جانی دوست جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ انسان معاشرے میں بالکل تنہا رہ جاتا ہے۔ جینا عذاب بن جاتا ہے۔ مرشد! اِس پل صراط سے گزرنے کی کوئی تدبیر بتا دیں؟

مرشد: بیٹے! تو نے حق کی راہ کو پل صراط سے ٹھیک تشبیہ دی ہے۔ اِس راہ کے مراحل کا مطالعہ کر اور اُس کے مطابق قدم رکھ۔ تجھے دو واضع ادوار سے گزارا جائے گا۔ پہلا دور گمنامی ،ذلت، تکالیف اور تنہائی کا ہے۔ یہ بادِ مخالف رب تجھے اونچا اُڑانے کے لیے چلاتا ہے۔ ماضی کے دریچوں میں جھانک کر دیکھ ذرا۔ ہر دور میں علماء و صلحا پر بڑے ظلم ڈھائے گئے۔ انھیں کوڑے لگائے گئے۔ جیلوں میں بند کیا گیا۔ معاشرہ نے اور گھر والوں نے بھی انکا ساتھ چھوڑ دیا۔ موجودہ دور کی روشن مثال، امارت اسلامی افغانستان کی تیرے سامنے ہے۔ راہِ حق کا جو

انتخاب انھوں نے کیا تو پھر دنیا نے دیکھا کہ کیسے یہود و نصاریٰ ان پر ٹوٹ پڑے۔ پھر وہ دور بھی آیا کہ مسلمان ممالک بھی یہود و انصاریٰ کے اتحادی ہو گئے۔ایک طرف چند ہزار مجاہدین اور دوسری طرف پوری دنیا کی فوجیں ، جدید اسلحہ ، مشینری ، میڈیا اور سب کچھ۔ چالیس سال کے طویل امتحان کے بعد اللہ نے انھیں ایسی فتح سے نوازا کہ دنیا کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ آج غیر مسلم ممالک بھی ان کی طرف دوستی کے لیے ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔

بیٹے یہ آزمائش راہِ حق کے ہر راہی پر آتی ہیں چاہے وہ فردِ واحد ہو یا کوئی گروہ۔

پھر دوسرا دور غلبہ اور خوشحالی کا ہے۔لوگوں کے دلوں سے تیری نفرت مٹا دی جائے گی اور وہ تجھے اسی حال میں قبول کرنے لگیں گے۔اور بہت سے تیری اتباع کرنے لگیں گے۔ پس تجھے چاہیے کہ تمام خطرات کے باوجود اِس راہ پر قدم رکھ دے۔ خدا تیری نصرت و رہنمائی کرتا رہے گا۔ پھر جب گمنامی کے دور سے گزر کر تو ایک تناور درخت بن جائے تو مستحق لوگوں کو پھل اور سایہ مہیا کر اور شریعت کے راہ پر چلتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جا۔

سوالی: مرشد! دنیا کی محبت کیسے دل سے نکالی جائے؟

مرشد: بیٹے! دنیا کی حقیقت کو پہچان۔جب تو اِسکی حقیقت کو پہچان لے گا تو محبت خود بخود رخصت ہو جائے گی اور تو اس سے نفرت کرنے لگے گا۔ قرآن و حدیث میں جو دنیا کی مذمت آئی ہے اُسے بار بار پڑھ۔ حضرت علی کے اقوال پڑھ۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا بالکل سانپ کی طرح ہے جو چھونے میں بہت نرم ہے مگر اِس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے۔اہل عقل اِس سے ڈرتے رہتے ہیں اور بچے اسے ہاتھ میں اٹھانے کے لیے جھک جاتے ہیں۔

بیٹے! باطن کی آنکھ سے جب تو اِس کا بد صورت چہرہ دیکھ لے تو پھر اُسے ہمیشہ یاد رکھ تا کہ اِس کی نفرت تیرے دل میں قائم رہ سکے۔

سوالی: مرشد! غفلت کے بستر کو کیسے چھوڑا جائے؟ ہم موبائل اور موویز سے نکلتے ہیں تو نیند آ جاتی ہے اور سو کر اٹھتے ہیں تو پھر اِسی تماشے میں گم ہو جاتے ہیں۔ زندگی کے شب و روز لاحاصل کٹ رہے ہیں۔ اسے کار آمد بنانے کا کوئی طریقہ بیان کر دیجیے۔

مرشد: بیٹے! جب حیات بے مقصد ہو تو غفلت کی گرد اِسے ڈھانپ لیتی ہے۔ انسان کی قوتِ ارادہ کمزور پڑ جاتی ہے۔ خواہشات اور شہوات کی ہوا اُسے بے شجر پتے کی مانند ہر حرام و مکروہ کھیتی کی سیر کراتیں ہیں۔ ایسے میں انسان حیوانی سطح پر چلا جاتا ہے اور بسا اوقات اِس سے بھی پست جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ بیٹے! اِس گرداب سے نکلنے کے لیے منزل و مقصد کا تعین ضروری ہے اور یہ کام بھی تیرے مالک نے تیرے لیے کر چھوڑا ہے۔ بس تو نے اِسے پڑھنا اور جاننا ہے۔ بیٹے! مقصد حیات کا محور یہ ہے کہ دنیا ایک کمرہ امتحان ہے جہاں تجھے آزمایا جا رہا ہے۔ اِس محدود مدت کے بعد تو حیاتِ ابدی کی طرف لوٹ جائے گا جہاں موت کا وجود ہی نہیں بس زندگی ہی زندگی ہے۔

بیٹے! پھر جس انسان کو یہ پتہ ہی نہیں کہ وہ امتحان گاہ میں چل پھر رہا ہے وہ کیسے غافل نہ ہو گا۔ جسے یہ شعور ہی نہیں کہ اُس کے ہر قول و فعل کو محفوظ کیا جا رہا ہے اور کل اُسے ترازو میں رکھا جائے گا۔ اِسکی باتیں بیہودہ اور اسکا عمل حد کے بڑھا ہوا کیسے نہ ہو گا۔ اِسلئے تجھے چاہیے کہ مقصدِ حیات سے واقفیت حاصل کر اور اُسے ہر وقت پیشِ نظر رکھ۔ خوفِ آخرت کا تعویز اپنے شعور کی گردن میں لٹکا لے۔ حور و جنت کا شوق دل میں پیدا کر۔ یہ رحمان کا اپنے محبوب

بندوں کے لیے تحفہ ہے۔ بھلا محبوب کے تحفہ سے کوئی عاشق منہ موڑتا ہے۔ بیٹے! آخرت کا نشہ تجھے دنیا کے نشے اور غفلت سے آزادی دلوادے گا۔ بس تو اُسے قرآن و حدیث اور علماء و صلحا کی صحبت میں تلاش کر۔

سوالی: مرشد! اگر آخرت کے چشمے اتنے ہی میٹھے ہیں تو دل کو بھاتے کیوں نہیں؟

مرشد: بیٹے! کیا کبھی کوئی اندھا بہرہ کسی حسینہ کے لب و لہجہ پر فریفتہ ہوا ہے۔ بیٹے جنت زیب وزینت میں کامل ہے۔ اگر فرق ہے تو دیکھنے والوں کی بینائی میں اور بیٹے یہ بینائی دل کی بینائی ہے جس کا ذکر قرآن میں جابجا ہوا۔ بیٹے! جس کی زبان گناہوں کی آگ سے جل گئی ہو وہ کسی شے کی مٹھاس کو کیسے محسوس کر پائے گا۔ جس کی آنکھوں میں شیطان نے شہوت کی سلائی پھیر دی ہو وہ کسی حسن کو کیا دیکھے گا۔ بس آخرت کے چشموں کی مٹھاس پانے کے لیے حرام کے چشموں سے زبان کو اٹھالے۔ حسنِ حقیقی کو دیکھنے کے لیے آنکھوں پر سے شہوت کی پٹی اتار پھینک۔

سوالی: مرشد! دنیا کا حسن عیب دار، ناقص اور ناپائیدار ہونے کے باوجود ایسا سحر کار ہے کہ اگر آنکھوں کو تھاما نہ جائے تو آئینہء دل پاش پاش کر دے۔ پھر یہی دلِ نازک حسنِ کامل کی جھلک کیسے سہہ پائے گا؟

مرشد: بیٹے! خدا نے جب تیرے لیے جنت کو سجا دیا ہے اور حسن کو کمال بخش دیا ہے تو پھر اُس کے لیے کیا دشوار ہے کہ وہ تیرے کوزہء دل کو وسعت بھی عطا کر دے۔ بیٹا! جب برگزیدہ پیغمبر حضرت موسیٰؑ میں شوقِ دیدار بڑھا تو آپ پکار اُٹھے "میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں" مگر جواب کیا ملا "لن ترانی" "آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے" اور جب رب کریم نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو

آپؓ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ دوسری طرف سید الانبیاء رحمت دو جہاںؐ کے پاس اللہ رب العزت نے سواری خود بھیجی اور اُنھیں ان مقامات کی سیر کرائی جسکا پہلے کسی بشر کو شرف حاصل نہ تھا۔ بیٹے رب اِس بات پر قادر ہے کہ تیرے قلبِ نازک کو قوی کر دے۔ بیٹے تو ان باتوں پر فکر کرنے کی بجائے ان معاملات پر فکر کر جن کا تجھے حکم ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تیرا نفس حرام کی کھیتوں میں منہ نہ مارے۔ تو اسے بچاتا سنبھالتا رہ یہاں تک کہ تجھے موت آ جائے۔

صالح: جواب ختم ہوا تو مرشد سب سے مخاطب ہوئے۔

خانقاہ کے ساتھیو! شیر جب گیدڑوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو نہ چاہتے ہوئے بھی اُس میں اس جنس کی خصلتیں جنم لینا شروع کر دیتی ہیں۔ یہی حال انسان کا بھی ہے۔ تم طالبانِ دنیا کی صحبت اختیار کرو گے تو خود غرضی اور ہوس پرستی جیسی خصلتوں سے دل کو داغدار کر کے اُٹھو گے اور طالبانِ آخرت کے ہم جلیس ہو گے تو دل کو رحم دلی، حق گوئی، شرم وحیا اور سخاوت جیسی خصلتوں سے معطر کر کے اٹھو گے۔ اِسلئے تمھارا بیشتر وقت اہل آخرت کی صحبت میں گزرنا چاہے۔ اہل دنیا کے پاس جاؤ تو بس آخرت لینے اور دینے۔ اِن کے پاس کبھی دنیاوی حاجات کے لے مت جاؤ۔ وہ اِس کے عوض تمھاری آخرت کا سودا کریں گے۔ دنیوی حاجات کے لیے اگر تمھیں جانا ضروری ہی ہے تو پھر اہل آخرت کے پاس جاؤ وہ تم سے بغیر کچھ لیے عطا کر دیں گے۔

تیسری شب

(قدرتِ خداوند، تصویر کشی، ذکر اللہ، بے عملی کا غلط جواز، نفاذِ شریعت اور قیامت کی نشانیاں)

مرشد کی زندگی پر مجھے رشک آتا تھا۔ ضعیف عمری میں بھی اُن کا حوصلہ جوانوں کو مات دیتا تھا۔ تہجد کے وقت بیدار ہوتے، ہر کام کو طے شدہ وقت میں گھڑی کی مانند ادا کرتے۔ سُستی کو قریب بھی نہ آنے دیتے۔ سارا دن اُس مالک کی خوشنودی کے لیے بھاگتے دوڑتے جس کے ہاں کسی عبد کی جدوجہد رائیگاں نہیں جاتی۔ جس کے ہاں قدر شناسی کے چشمے ہر گھڑی جاری ہیں۔ جہاں رحمت و مغفرت کے در کھلے ہیں۔ اِسی کاوش میں اُنکا دن کٹتا، شام ڈھلتی اور رات گزرتی۔ آرام کے لیے انھوں نے عشاء سے تہجد کے درمیان کا وقت مختص کیا ہوا تھا۔ آج عصر کے بعد بھی چند طالبانِ آخرت اِس چشمہ ءِ علم و معرفت سے دلوں کو سیراب کرنے آئے۔ مغرب کے بعد معمول کی نشست کا آغاز ہوا۔

سوالی: مرشد! دنیا میں ہمیں مال و منال اور اقتدار کی قدرت تو نظر آتی ہے مگر خدا کی قدرت کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ مالدار اور عہدہ دار جسے چاہتے ہیں مجرم ٹھہرا دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں انعامات عطا کر دیتے ہیں مگر خدا مداخلت نہیں کرتا۔ خدا کی اس خاموشی میں کیا حکمت ہے؟

مرشد: بیٹے! تو جب چراغ کو علیحدگی میں دیکھے گا تو اُسکی روشنی کو عظیم پائے گا۔ لیکن جب تو اُسے سورج کے سامنے رکھے گا تو اُسکی روشنی کو بے روشن پائے گا۔ بیٹے! ارباب دنیا کے چراغِ قوت کو تو علیحدگی میں دیکھ رہا ہے اس لیے اسے عظیم پا رہا ہے۔ قدرتِ خدا کے چراغ کے پیش اِسے بجھتا ہوا پائے گا۔ فرعون نے "انا ربکم الاعلیٰ" (تمھارا سب سے بڑا مالک میں ہوں) کا نعرہ لگایا تھا۔ پھر اُس کاذب کی موت اور انجام دیکھ۔ اکثر ظالموں کو رب ذلت کا ذائقہ دنیا میں ہی چکھا دیتا ہے اور بیٹے! تیرا یہ کہنا کہ عہدہ دار جسے چاہتے ہیں عطا کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں محروم کر دیتے ہیں ۔اِسکی وضاحت رب نے پہلے ہی کہ فرما دی ہے۔ "بعض کو بعض کے ذریعے آزمایا جا رہا ہے "کامیابی تو ادھر انصاف کرنے والوں کی اور ادھر صبر کرنے والوں کی۔ باقی طریقہء آزمائش میں تفریق خدا کی حکمتوں میں سے ہے۔ مگر ایک بات یاد رکھ کہ وہ کسی سے ذرہ برابر بھی ناانصافی نہیں کرتا اور اُس کی خاموشی اور ظاہری پردہ داری بھی ہماری آزمائش کے لیے ہے۔

سوالی: مرشد! غلامانِ دنیا میں حلال و حرام کا تصور چاہے وہ کسی بھی مذہب سے ہوں، ویسے بھی نہیں پایا جاتا۔ تصویر کشی وہ گناہ ہے جس میں اہل عقبیٰ بھی ذوق و شوق سے یوں محو ہیں جیسے فرض کے قریب کی کوئی عبادت ہو۔ مرشد وہ زہر جس کی تاثیر کیمرے اور انٹرنیٹ کی ایجاد سے بڑھ گئی جائز اور جاں افروز کیسے ہو گیا۔ مرشد کیا واقعی ہی تصویر کشی جائز ہو گئی ہے یا شہوت تلے شریعت آ گئی ہے؟

مرشد: بیٹے! شہوت تلے شریعت آگئی ہے جو کہ قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ کیفیت جب درجہء کمال کو پہنچے گی اور زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا (یعنی شریعت کا پابند) نہ رہ جائے گا قیامت قائم کر دی جائے گی۔

سوالی: مرشد یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ روئے زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے؟

مرشد: بیٹے! یہ فطرت کا قانون ہے کہ جس برتن کی تہہ میں چھید ہو اُسے خالی ہونا ہی ہے چاہے کتنا ہی بڑا ہو۔ دورِ صحابہ میں ایمان کا جوبن دیکھ کر رشک آتا ہے۔ پھر یہ خزانہ شیطان کے ہاتھوں لٹتے لٹتے اِس حال تک پہنچا ہے کہ امت کی خستہ حالی دیکھ کر دل خوں کے آنسو روتا ہے۔

صالح: مرشد کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ آنسو پونچھتے ہوئے آپ نے بات جاری رکھی۔

مرشد: بیٹے! ایک وہ وقت تھا کہ حی علی الصلاہ حی علی الفلاح کی صدا پر بنگلہ و بازار ویران ہو جاتے تھے اور انکی رونق مساجد میں منتقل ہو جاتی تھی۔ اب اذان کی صدا لوگوں کے لیے کسی خارج العقل کی پکار کی طرح بے معنی سی ہو گئی ہے۔

سوالی: مرشد! اکثر لوگ بے عملی کا جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ اِس گتھی کو کیسے سلجھایا جائے؟

مرشد: بیٹے! سورۃ المنافقون میں جب منافقین نے آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا تو اُس پر اللہ پاک کا کیا جواب آیا۔ "بے شک آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں مگر منافقین جھوٹے ہیں۔" (مفہوم) بیٹے! یہاں بھی معاملہ کچھ ایسا ہی ہے۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا ہے مگر بے عملی کا یہ جواز پیش کرنے والے جھوٹے، منافق اور خادم نفس و شیطان ہیں۔ اللہ کی رحمت کو

نبیؐ سے زیادہ کون جاننے والا تھا۔ مگر آپ ﷺ کے عمل کا یہ معاملہ تھا کہ نماز میں اتنا کھڑے ہوتے کہ پاؤں میں ورم آجاتا۔ قرآن کی بعض سورتوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ انھوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ پھر سبحان اللہ اصحاب رسول کی زندگیاں دیکھو، جرات و شجاعت کے نشان، میدانِ جنگ کے شیر۔ جن کی ہیبت سے کفر کے خلقوں میں خوف پھیلا رہتا تھا۔ مگر جب آخرت کا ذکر کیا جاتا، جب قبر و حشر پر گفتگو ہوتی تو یہ شیر دل، بچوں کی طرح روتے یہاں تک کہ انکی داڑھیاں آنسو سے یوں تر ہو جاتی جیسے پانی انڈھیلا گیا ہو۔

بیٹے! جو اللہ کی رحمت سے واقف ہے وہ بے عمل نہیں ہو گا۔ اور جو رحمت کو بے عملی کا جواز بنائے وہ یقیناً شیطان کا پجاری ہے اور شیطان نے ہی اُسے یہ نسخہ دیا ہے۔

سوالی: مرشد! اِس دورِ فتن میں نفاذِ شریعت کی آواز دنیا کے کسی کونے سے بھی اٹھی، ہمیشہ کے لیے خاموش کر دی گئی۔ مگر افغانستان کا قصہ منفرد ہے۔ بشمول مسلم ممالک دنیا بھر کے ٹینکوں اور توپوں کی کوکھیں خالی کر دی گئیں مگر مٹھی بھر مجاہدین کو شکست نہ دی جا سکی۔ اِس میں کیا حکمت ہے؟ کیا راز ہے؟

مرشد: بیٹے! جو آوازیں خاموش کر دی گئیں وہ رائیگاں نہیں گئیں۔ انھی کے مقدس خون سے دنیا میں ایمان کے چراغ جل رہے ہیں۔ بیٹے! جہاں تک مجاہدینِ افغانستان کی بات ہے تو وہ ایک منظم جماعت ہے اور بیٹے انفرادی تقویٰ اور اجتماعی تقویٰ میں زمین آسمان کا فرق ہے اور علامات یہ بتا رہی ہیں کہ اللہ نے اِس جماعت کے تقویٰ کو پسند فرمایا۔ پھر اللہ جس جماعت کو پسند فرمائے اُسکی نصرت اُنکے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ بیٹے اِس میں راز یہی ہے کہ ایک

طرف اللہ تھا اور دوسری طرف دنیا بھر کی فوجیں، مشینری اور اسلحہ۔ پھر بھلا کون ہے ایسا جو اللہ کو شکست دے سکے۔

سوالی: مرشد! ہمیں قیامت کی نشانیوں کے بارے میں بتائیے کہ کتنی پوری ہو چکی ہیں۔

مرشد: بیٹے! قیامت کی تقریباً پچاس ایسی نشانیاں ہیں جو پوری ہو چکی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:-

رسول اللہ ﷺ کی پیدائش (570ء)، شق القمر (617ء)، جھوٹے نبیوں کا ظہور، جزیرۃ العرب کی فتح (630ء)، آپ ﷺ کا وصال (632ء)، بیت المقدس کی فتح (637ء)، طاعونِ عمواس (639ء)، فارس کی فتح (644ء)، جنگِ جمل و صفین (656ء-657ء)، خوارج کا ظہور (657ء)، ہر آنے والا زمانہ پہلے سے برا، ترکوں سے جنگ (1258ء)، سر زمین حجاز سے آگ کا ظہور (1274ء)، لونڈی آقا کو جنم دے گی، فحاشی و عریانی کا فروغ، اچانک اموات، زلزلوں کی کثرت، سود کا پھیل جانا، یہود و نصاریٰ سے مشابہت، نشر و اشاعت کا عام ہونا، فتنوں کا ظہور، اونچی عمارتوں میں فخر، کاروبار میں خواتین کی شرکت، شراب نوشی کی کثرت، قتل و غارت کا بڑھ جانا، علم کا اٹھ جانا، مشرکین سے تعلقات، اسلام اجنبی ہو جائے گا، مسلمانوں پر دیگر قوموں کا ٹوٹ پڑنا، اچھے اور برے لوگوں کا آپس میں گھل مل جانا، بت پرستی، بازار کا قریب ہونا، سرسبز و شاداب عرب، زمانہ قریب ہو جائے گا، موٹاپا بڑھ جائے گا، صرف جان پہچان والوں کو سلام کیا جائے گا، موسیقی حلال بنالی جائے گی، رشتہ داری توڑی جائے گی، جھوٹی گواہی دی جائے گی، نذر مان کر پوری نہیں کریں گے، ظالم لوگوں کا ظہور، حکومت نااہل لوگوں کے سپرد ہو جائے گی، عمل کم ہوتا جائے گا، لالچ دلوں میں ڈال

دیا جائے گا، سیاہ خضاب کا عام استعمال، گھروں کی زیب و آرائش کا رواج عام ہو گا، مساجد میں ایک دوسرے پر فخر کیا جائے گا، مکر و فریب والے سال آئیں گے، دنیاوی سازوسامان کے بدلے لوگ اپنا دین بیچ دیں گے اور ریشم پہنا جائے گا۔

قیامت کی بڑی نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ دس نشانیاں اس سے پہلے نہیں دیکھ لوگے۔ پھر ذکر کیا دھوئیں کا، دجال کا، زمین کے جانور کا، سورج کے مغرب سے نکلنے کا، عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا، یاجوج ماجوج کے نکلنے کا، تین جگہ خسف کا یعنی زمین کا دھنسنا ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں، تیسرا جزیرہ عرب میں۔ اور ان سب نشانیوں کے بعد ایک آگ پیدا ہو گی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی (میدان) محشر کی طرف لے جائے گی۔ (صحیح مسلم)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہو گی جب تک کہ میرے گھرانے کا ایک آدمی جو میرا ہم نام ہو گا عرب کا بادشاہ نہ بن جائے گا۔" (جامع ترمذی)

مختلف احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی کہ قیامت کی بڑی نشانیوں میں سب سے پہلے امام مھدیؑ کا ظہور ہو گا اور وہ سات سے نو سال تک حکومت کریں گے۔ آپؑ کے دور میں ہی دجال خروج کرے گا جسکا دورانیہ ایک سال، دو ماہ اور دو ہفتے ہو گا۔ پھر عیسیٰ بن مریم علیہ الصلاۃ والسلام شام کے دارالخلافہ دمشق کے سفید مشرقی مینار کے پاس اس وقت اتریں گے جب امام مھدیؑ مسلمانوں کو صبح کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰؑ دجال کا پیچھا کریں گے اور اسے لد کے مقام پر قتل کریں گے۔ دجال کے قتل کے بعد اللہ

تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجیں گے۔ یاجوج ماجوج دنیا میں شدید تباہی مچائیں گے اور آخر حضرت عیسیٰ ؑ اور ان کے ساتھیوں کی دعا سے ہلاک ہو جائیں گے۔ مشرق، مغرب اور جزیرۃ العرب میں زمین کا خسف ہو گا۔ یعنی ان علاقوں میں زمین کے دھنس جانے کے واقعات رونما ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ ؑ چالیس سال دنیا میں رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور مسلمان آپؑ کی نمازِ جنازہ ادا کریں گے۔ مغرب سے سورج طلوع ہو گا، دابۃ الارض خروج کرے گا اور دھواں ظاہر ہو گا۔ اور ان سب نشانیوں کے بعد ایک آگ پیدا ہو گی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی (میدان) محشر کی طرف لے جائے گی۔

چوتھی شب

(اداسی، دنیا قید خانہ، امیر کی اطاعت، شریعت اور حکومت، سرکشیٔ نفس، گناہ، علم و حکمت اور اللہ کا خوف)

ظاہری دنیا کی طرح دل کی دنیا کے بھی کئی موسم ہیں۔ کبھی بادِ خزاں سے شاخ و شجر ویران ہو جاتے ہیں تو کبھی آمدِ بہار سے دل کی وادی ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اِن کیفیات میں تغیر تقدیرِ الٰہی ہے۔ کوئی بھی دل ایک سی کیفیت میں نہیں رہ سکتا۔

آج صبح سے دل کی بستی میں دھیمی دھیمی اداسی کی ہوا چلتی رہی جو سورج ڈھلنے کے بعد مزید تیز ہو گئی۔ بڑھتی ہوئی گھٹن نے مجھے آج کی نشست میں سب سے پہلے سوال پوچھنے پر مجبور کر دیا۔

مرشد! خدا نے کوئی شے چاہے وہ بدن کی ہو یا باطن کی، بے کار پیدا نہیں کی۔ عقلِ انسانی اپنی تمام تر آب و تاب کے باوجود حکمت خدا کے سامنے عاجز ہے۔ اِسی لیے تو غیب پر ایمان، ایمان کا حصہ ہے اور یہ خدا کا عظیم تحفہ ہے کیونکہ یہ انسان کو غم و حزن سے نجات دیتا ہے۔

بیٹے! جہاں تک تیرا یہ شکوہ کہ خدا نے دل کو سدا بہار کیوں نہ تخلیق کیا تو تُو خود ہی اِس کی وجہ ہے۔ انسان تغیر پسند ہے۔ انسان کو اچھی سے اچھی شے بھی مسلسل ملتی رہے تو وہ اُس سے اُکتا جائے گا۔ بیٹے! آج جسے دیکھو رزق کی فکر میں سرگرداں ہے۔ کل یہی رزق بنی اسرائیل کے لیے آسمان سے اترتا تھا مگر انھوں نے بہتر چیز کی جگہ ادنیٰ چیز طلب کی۔ تیار شدہ کھانے کو

چھوڑ کر دوڑ دھوپ طلب کرنے والا انسان آج پھر رب سے شکوہ کناں ہے کہ ہمیں تیار شدہ کھانا / رزق کیوں نہیں عطا کر دیتا۔ اس کے لیے محنت مشقت کیوں کراتا ہے۔ بیٹے! اگر اللہ تیرے دل میں خوشی کی کیفیت مستقل کر دے تو تُو اُس خوشی سے ناخوش ہو جائے گا اور بنی اسرائیل والا رویہ اپنالے گا۔ تغیر پسندی انسان کے خمیر میں ہے۔ بس 'غم' ہے ہی اِسی لیے کہ تو خوشی سے خوش ہو۔ مشکل کی آندھی چلتی ہی اِس لیے کہ آسانی کی بہار تجھے پسند آئے۔ بس تو خدا کے فیصلوں سے راضی ہو جا اِس بنیاد پر کہ اُس کا کوئی بھی امر حکمت سے خالی نہیں ہے۔ پھر باطن وبدن کی پیچیدگیاں تجھے پریشان نہیں کریں گی۔

سوالی: مرشد! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔ (مسلم) بلاشبہ رسول اللہ ؐ کی باتوں کو حق جاننا ایمان کا حصہ ہے۔ اور یہ کہ آپ ﷺ کی کسی بات میں غلطی کا شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ ﷺ نے خود سے کبھی کچھ نہیں بیان کیا۔ آپ ﷺ کی حدیث کو حق سچ مانتے ہوئے آپ سے پوچھ رہا ہوں کہ کافر تو شہوت کی آگ میں جل رہا ہے اور مومن تو آغوشِ شریعت میں میٹھی نیند سو رہا ہے۔ پھر کافر کیسے جنت میں اور مومن کیسے قید خانہ میں؟

مرشد: بیٹے! تو من کی دنیا دیکھ رہا ہے۔ جیسے ابراہیم بن ادھم نے فرمایا کہ اگر دنیا کے بادشاہوں کو پتہ چل جائے کہ جو سکون وہ دنیا میں ڈھونڈ رہے ہیں وہ ہم فقیروں کے پاس ہے تو وہ ہم سے تلواروں سے لڑیں اِس سکون کو حاصل کرنے کے لیے۔

مگر شریعت اکثر ظاہر پر بات کرتی ہے۔ اور باطن کو بلا ضرورت نہیں ٹٹولتی۔ باطن کو دیکھا جائے تو تیری بات بالکل ٹھیک ہے کہ کافر شہوت کی آگ میں جل رہا ہے۔ ظاہری آزادی

نے اُسے اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے۔اِسی لیے تو دیکھے گا کہ جو طبقہ کفر میں جس قدر بڑھا ہوا ہے اور شریعت سے آزاد ہے اِسی قدر اُس میں خودکشی کی شرح بڑھی ہوتی ہے۔اور مومنین جو شریعت کی قید میں بند ہیں۔ان کا معاملہ اِس کے بالکل برعکس ہے۔اور جب تو ظاہری زندگیوں کو اِس حدیث کے ترازو میں رکھے گا تو دونوں پلڑوں کو بلکل برابر پائے گا۔جنت میں من چاہی زندگی ہوگی۔کافر شریعت کو بالائے طاق رکھ کر من چاہے زندگی جی رہا ہے۔جبکہ قید خانہ میں پابندی کی زندگی ہوتی ہے پس مومن قیدِ شریعت میں خود کو بند کرلیتا ہے۔

سوالی: مرشد! امیر کی اطاعت کا معیار کیا ہے؟ آج اِس ملک کا کوئی بھی ادارہ ایسا نہیں جہاں ایک ملازم کو خلاف شریعت کام کرنے کا حکم نہ دیا جاتا ہو۔اور دوسری طرف امیر کی اطاعت پر شریعت نے بہت زور دیا ہے۔ایسے میں ایک عام انسان کیا کرے؟

مرشد: بیٹے! شریعت کی راہیں روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔اطاعتِ امیر کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔(بخاری) جب سلمہ بن یزید بجفی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ اگر ہمارے اوپر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارا حق روکیں تو ایسی صورت میں آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو۔ان کا کام وہ ہے جو انھیں سونپا گیا ہے اور تمھارا کام وہ ہے جو تمھیں سونپا گیا ہے۔(مسلم) آپ ﷺ نے فرمایا: جسے اپنے امیر کی کوئی بات بری لگے تو اُس کو چاہیے کہ اُس پر صبر کرے کیونکہ جو بھی امیر کی

اطاعت سے ایک بالشت بھی باہر نکلا اور پھر اُسی حال میں مر گیا تو اُس کی موت جاہلیت کی موت ہوئی۔(بخاری و مسلم)

پھر ایک اور جگہ فرمایا: "مخلوق میں سے کسی کی اطاعت نہیں ایسے کام میں جس میں اللہ کی نافرمانی لازم آئے۔"

ان احادیث کی روشنی میں تین بنیادی باتوں کو ذہن نشین کرلے۔

(ا) تجھ پر امیر کی اطاعت فرض ہے اور بلا شرعی جواز کے نافرمانی گناہ ہے۔

(ب) اگر وہ تجھ پر ظلم کرے تو صبر کر اور اس کا حق ادا کرتا رہ۔

(ج) اگر وہ خلافِ شریعت امر کا حکم دے تو تجھ پر اطاعت لازم نہیں مثلاً وہ تجھے کسی بے گناہ کے قتل کا حکم دے اور تو اُس کی اطاعت کرتے ہوئے اُسے قتل کر دے تو یقیناً تو نے کبیرا گناہ کیا۔ تیرے اوپر لازم تھا کہ تو اس کی اطاعت سے منہ موڑ لیتا۔

سوال: مرشد میں ایک سرکاری ادارے کا حصہ ہوں۔ ممبر پر بیٹھ کر شریعت کی پیروی کے تذکرے بہت سہل ہیں مگر عملی زندگی میں یہ ایک خار دار لباس ہے جو بندے کے ظاہر کو ضرور زخمی کرتا ہے۔ مرشد! جس ادارے میں Controller Acccounts، Audit Staff، Water & Electricity supplier اور دیگر ڈیپارٹمنٹس رشوت کو اپنا حق سمجھتے ہوں اور حرام کھائے بغیر کام نہ کرتے ہوں ایسے میں انسان اپنے دامن کو داغدار ہونے سے کیسے بچائے۔ وہ شریعت اور حکومت دونوں کو کیسے ساتھ لے کر چلے۔ کیونکہ شریعت کو تھامو تو حکومت اور عہدہ جاتا ہے اور عہدہ تھامو تو شریعت نہیں بچتی؟

مرشد: بیٹے! اگر تجھے سونے اور چاندی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو تو یقیناً سونے کا انتخاب کرے گا۔ پھر دنیا تو آخرت کے مقابلے میں چاندی کیا خاک کے برابر بھی نہیں۔ پھر خاک سے ادنیٰ چیز کو سونے پر فوقیت دینا کہاں عقل مندی کا سودا ہے۔ پس تجھے چاہیے کہ پہلے کوئی ایسی راہ دیکھ جس سے حکومت و شریعت دونوں محفوظ رہیں اور اگر یہ ممکن نہیں تو پھر بے سوچے شریعت کو تھام لے اور حکومت کو جانے دے۔ اللہ تجھے بہتر بدل عطا فرمائے گا۔

سوالی: مرشد! ہم اعمالِ صالح اور ترکِ گناہ کا ارادہ کرتے ہیں مگر نفس اِس پر راضی نہیں ہوتا۔ اِسے کون سی نکیل ڈالیں کہ یہ قابو آجائے؟

مرشد: بیٹے! جانور کو جب رسی ڈالی جاتی ہے تو تھوڑی دیر وہ الجھن کا اظہار کرتا ہے اُس کے بعد بالکل اطمینان میں آجاتا ہے۔ نفس کا بھی یہی حال ہے۔ گناہوں سے اِسے باندھو تو تھوڑی دیر ضد کرے گا۔ اُس کے بعد بالکل اطمینان میں آجائے گا۔ یا اگر عبادت کا بوجھ ڈالو تو تھوڑی دیر بے قراری دکھائے گا۔ اِس لیے استقامت دکھاؤ اور اِسے معصیت کی کھیتیوں سے نکال کر اطاعت کی وادی میں لے آؤ۔

سوالی: مرشد! گناہ کے بعد بندہء مومن کا ردِ عمل کیا ہونا چاہیے؟

مرشد: بیٹے! جب کسی فرد، ملک یا ادارے پر حملہ ہوتا ہے تو امن ہو جانے کے بعد وہ فرد، ادارہ یا ملک مزید محتاط ہو جاتے ہیں۔ جسے انگریزی میں "اوور کانشیس" بھی کہا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے دفاع کو مزید مضبوط بنانے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ پس مومن بھی یہی کرتا

ہے۔جب شیاطین کی جماعت اُس پر حملہ آور ہوتی ہے تو سنبھلنے کے بعد وہ اپنے دفاع کو مزید مضبوط بنانے کے لیے جہد کرتا ہے۔تا کہ آئندہ گناہ سے بچ سکے۔

سوالی: مرشد علماء وصلحا پر علم و حکمت کے دروازے کیسے کھلتے ہیں۔ان کی معمول کی گفتگو عوام الناس کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہے؟

مرشد: بیٹے! بندہءمومن اپنی سوچوں کو پاک کرتا ہے۔پھر انھیں قید کر کے منظم کرتا ہے۔ پس یہی منظم ومنزہ سوچ عوام الناس کے لیے ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

سوالی: مرشد علماء ہمیں اللہ سے کیوں ڈراتے ہیں؟ جب وہ ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہے تو پھر اُس سے ڈر کیسا؟

مرشد: بیٹے! آج جسے دیکھو شیطان کی چوکھٹ پر بیٹھ کر یہی نعرہ لگا رہا ہے کہ اللہ رحم کرنے والا ہے۔اللہ نے اپنی رحمت کے ساتھ غضب کا بھی ذکر فرمایا ہے۔رحمت کا مرہم خاص طور پر ان کے لیے ہے جن پر اللہ کا غضب غالب آگیا ہو۔جن کے سینے آخرت کے خوف سے کانپتے ہوں۔جن کے گالوں پر آنسوؤں نے راستے بنا لیے ہوں۔جن کے جسم غمِ آخرت میں سوکھ کر ٹہنی کی مانند ہو گئے ہوں۔جن کی راتیں قیام میں اور دن صوم وصلوٰۃ میں گزرتے ہوں۔ جن کے شر سے لوگ محفوظ ہوں اور جو لوگوں کی تکلیفوں کا بوجھ لاغر کندھوں پر اُٹھائے پھرتے ہوں۔ ایسے بندوں کے خوف کو اللہ اپنی رحمت کی بشارت سے ٹھنڈا کرتا ہے۔رحمت کا ذکر تو ان متقیوں کے لیے تھا تاکہ ان کا خوف ٹھنڈا ہو جائے اور مایوسی کی دلدل میں گرنے سے محفوظ ہو جائیں۔ یا رحمت کا مرہم ان لوگوں کے لیے ہے جو سیاہکاریوں میں بہت دور نکل گئے ہیں اور ان پر مایوسی غالب آگئی ہے کہ اب بخشش کا کوئی

سامان نہیں۔ایسے بندوں کو اللہ اپنی طرف رحمت کا واسطہ دے کر پکارتا ہے۔" کہہ دو کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ خدا توسب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔(اور)وہ توبخشنے والا مہربان ہے۔"(39:53)

ایک متوازن زندگی کے لیے ہمیں دونوں دواؤں کا استعمال کرنا پڑے گا۔ کبھی دل گناہوں کی طرف جھکے تو عذاب کا کڑوا شربت پی کر آرام حاصل کر لیا جائے اور مایوسی قریب آنے لگے تو رحمت کی پرسکوں آغوش میں سر رکھ دیا جائے۔

موجودہ حالات میں بیشتر لوگوں نے دونوں دوائیں ترک کر دی ہیں۔باقی ماندہ میں اکثر رحمت کا شربت پی کر غفلت کی آغوش میں بے ہوش پڑے ہیں۔ایک مختصر جماعت رحمت و غضب کا توازن بر قرار کیے ہوئے ہے اور ایسا شاید ہی کوئی ہو جس پر غضب غالب آ گیا ہو اور وہ مایوسی کی دلدل میں پھنس گیا ہو۔

نتیجہ یہ ہے آج ہمیں "اللہ رحم کرنے والا ہے" کے ساتھ ساتھ "اللہ سخت عذاب دینے والا ہے"کا نعرہ بھی عام کرنا پڑے گا۔اور علماء یہی کر رہے ہیں۔

پانچویں شب

(یادِ ماضی)

سوال: مرشد ماضی کو کیسے بلائیں؟

مرشد: بیٹے! ماضی کی کئی اقسام ہیں اور ہر قسم کے لیے ردِ عمل بھی مختلف ہے۔ کچھ کو بھول جانا انسان کے لیے سود مند ہوتا ہے اور کچھ کو یاد رکھنا۔ تیرے لیے ان اقسام کا مختصر ذکر کر دیتا ہوں تا کہ تو اپنے مرض کے مطابق دوا لے لے۔

(ا) گناہوں کی یاد

انسان جب گناہ کرتا ہے تو اُس کی یاد تحت الشعور میں پیوست ہو جاتی ہے۔ پھر انسان کو وقتاً فقوتاً اِس گناہ کی یاد آتی ہے۔ یہ یاد دو اقسام میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ پہلی قسم یہ کہ انسان گناہ کی لذت کو یاد کرے یا یاد آئے۔ نتیجتاً یہی یاد اُسے دوبارہ اُس گناہ کی طرف کھینچتی ہے۔ اِس کیفیت کو نشہ (Addiction) بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارا ردِ عمل یہ ہونا چاہیے کہ ہم خود سے کبھی اِس گناہ کو یاد نہ کریں۔ لیکن اگر کوئی شخص روحانی طور پر اِس بستی پر چلا گیا ہے کہ اپنا قابو بالکل کھو چکا ہے تو پھر اُسے چاہیے کہ لذتِ گناہ اور ذلت و عذاب کا موازنہ کرے اور نفس سے اٹھنے والی آواز کے مقابل ایک مضبوط argument تیار کرے۔ مثلاً کوئی زناکاری جیسے کبیرہ گناہ کی دلدل میں پھنس گیا ہے اور پھر گناہ پر گناہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ تو اُسے چاہیے کہ جب نفس دوبارہ گناہ کی لذت یاد کروائے تو یہ بھی اپنا argument پیش کر دے۔ اور وہ

یہ کہ مدتِ لذت چند منٹوں پر محیط ہے جبکہ اِس سے حاصل ہونے والی ذلت اور عذاب کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ اِس کو اگر اعداد و شمار میں لائیں تو اِس سے کم نہ ہو گا کہ ایک شخص کو بہت سی خوش ذائقہ شرینیوں میں سے ایک شرینی کھانے سے روکا جائے۔ اور ساتھ یہ شرط رکھ دی جائے کہ اگر تو یہ شرینی کھالے گا تو ہمیشہ کی زندگی جیل میں رہے گا۔ پھر کوئی احمق ہی ہو گا جو حرمت والی شرینی کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔ اِسی طرح جب انسان مختلف مثالوں سے یا گناہ سے حاصل ہونے والے ذلت آمیز نتائج کے ذریعہ قلب کو دلائل دے گا تو نفس نادم ہو کر اپنی درخواست واپس لے لے گا اور یوں انسان گناہ سے بچ جائے گا۔ ایسے گناہ کو انسان کبھی خود یاد نہ کرے اور اگر یاد آ جائے تو سب سے پہلے (اعوذ باللہ) پڑھ کر اللہ کی پناہ میں آ جائے اور ساتھ ہی قلب کی عدالت میں ایک مضبوط دلیل بھی لے کر پیش ہو جائے۔

یادِ گناہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان کو ندامت کی غرض سے گناہ یاد آئے یہ در حقیقت انسان کا ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ انسان جب حق کی راہ اختیار کرتا ہے اور اُس پر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے تو شیطان اُس کے واپس لوٹنے کی امید کھو دیتا ہے۔ پھر وہ کوشش کرتا ہے کہ ایسے انسان کو آگے کی طرف دھکا دے کر منہ کے بل گرا دے۔ منہ کے بل گرنے کی اقسام میں سے ایک قسم زہد و تقویٰ پر تکبر ہے۔ ایسے حال میں انسان کو چاہیے کہ ماضی کے گناہوں کو یاد کر کے ندامت کی ردا پہن لے اور امید کی تلوار سے شیطان کے حملوں کو پسپا کرے۔

(ب) اچھے وقتوں کی یاد

جب انسان مقصدِ حیات سے ناواقف ہو اُس کے لیے ایسا ماضی عذاب بن جاتا ہے۔ جوان شخص کو بچپن کی معصومیت اور محبتوں کی یاد ستاتی ہے۔ بوڑھے کو جوانی کا بانکپن اور عیاشیاں

رلاتی ہیں۔ تنہا کو محفلوں کی رنگینیاں یاد آتی ہیں۔ یاد کی اِس قسم کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ بیٹے تیری سمجھ کے لیے چند ایک کا ذکر کر دیا ہے۔

اِس عذاب سے نکلنے کے لیے ایک دروازہ یہ ہے کہ انسان مقصدِ حیات کو پہچانے۔ مقصدِ حیات یہ ہے کہ مالک نے ہمیں ایک (task) دے کر بھیجا ہے۔ مقررہ وقت میں ہمیں یہ (task) پورا کر کے واپس لوٹنا ہے اور مالک کو جواب دینا ہے۔ یہ (mission) انسان کو واضح ہو جائے تو پھر اُس کے لیے دنیا کے عروج وزوال کوئی خاص معنی نہیں رکھتے۔ اُسکی خوشی اور غم مقصدِ حیات سے جڑ جاتے ہیں۔ اُسے آخرت کی فکر ہر فکر سے آزاد کرا دیتی ہے۔ پھر جب کوئی چیز (Meaningless) ہو جاتی ہے تو پھر اُس کی یاد انسان کو دکھ نہیں دیتی۔

(ج) <u>برے وقتوں کی یاد</u>

برے وقتوں کی یاد ایک نعمت ہے، ایک خزانہ ہے۔ ہم لاعلمی کی وجہ سے اِس خزانے سے فائدہ نہیں اُٹھا پاتے۔ انسان زندگی کے کسی بھی موڑ پر رک کر ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھتا ہے تو اُس کو عروج وزوال کے مختلف ادوار نظر آتے ہیں۔ عروج (بھلے وقتوں کی یاد) کا ذکر پہلے ہو چکا۔

بیٹے! برے وقتوں کی یاد انسان کو (Motivation) مہیا کرتی ہے کہ میں کن حالات سے گزر کر یہاں پہنچا ہوں اِسلئے دور حاضر کی رکاوٹیں بھی سر ہو جائیں گی۔

برے وقتوں کی یاد انسان کو شکر گزاری کی دولت عطا کرتی ہے۔ انسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اللہ نے محض اپنے فضل سے اُسے کہاں سے کہاں تک پہنچایا ہے۔ تکبر جیسی بیماری کا علاج بھی یادِ ماضی کی اِسی قسم سے ممکن ہے۔ انسان یہ سوچ کر عاجزی اختیار کرتا ہے کہ جو

رب مجھے اُس پستی سے اِس بلندی تک لے کر آیا ہے وہ اِس بر قادر ہے کہ مجھے تکبر کی وجہ سے دوبارہ ذلت کی پستیوں میں گرا دے۔

(د) نیکیوں کی یاد

نیکیوں کی یاد اپنے اندر فائدے بھی رکھتی ہے اور ضرر بھی۔ اِس یاد کا فائدہ یہ ہے کہ جب روح وبدن میں جنگ چھڑ جائے اور شہوت بابِ قلب پہ دستک دینے لگے۔ تنہائی ہو اور گناہ کے لیے وسائل بھی موجود ہوں۔ تب انسان نیکیوں کے پانی سے شہوت کی آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ وہ اِس طرح کہ خود سے مخاطب ہو، اے بندے لوگ تجھے ولی و پارسا سمجھتے ہیں، تیرے تقویٰ کی وجہ سے تیری دست بوسی کرتے ہیں۔ تیرے ماتھے پر سجدوں کے نشاں پڑ چکے ہیں۔ کیا تو نے پیشانی کو لوگوں کے لیے کالا کیا ہے۔ تو ڈرتا نہیں اُس دن سے جب سارے اعمال کھول کر رکھ دیے جائیں گے۔ تجھے کیسا لگے گا اگر تیری سیاہ کاریاں تیرے عقیدت مندوں پر واضح کر دی جائیں اور تجھے ان کے سامنے گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے۔ یوں انسان تنہائی میں نیکیوں کی یاد کا سہارا لیتے ہوئے گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

ضرر اِس کا یہ ہے کہ نیکیوں کی یاد انسان کو تکبر میں مبتلا کر سکتی ہے۔ ایسے حال میں انسان کو چاہیے کہ قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرے۔ آیات جیسے "وہ تم کو خوب جانتا ہے۔ جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ تو اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ۔ جو پرہیز گار ہے وہ اُس سے خوب واقف ہے"۔ (53:52)

اور احادیث جیسے "تم میں سے ایک شخص دوزخ والوں کے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور دوزخ کے درمیاں صرف ایک بالشت کا فاصلہ یا ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اُس کی

تقدیر اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ جنت والوں کے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں جاتا ہے اِسی طرح ایک شخص جنت والوں کے کام کرتا رہتا ہے اور جب اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے تو اُسی کی تقدیر اُس پر غالب آجاتی ہے اور وہ دوزخ والوں کے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں جاتا ہے۔(بخاری) انسان کو چاہیے کہ اس خیال کے ذریعہ شیطان و نفس کے حملوں کو پسپا کرے۔

(ہ) طعن و تشنیع کی یاد

یہ یاد کسی بھی انسان کے لیے بڑی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ عموماً اِس کے دو اقسام ہیں۔ غلطی کی وجہ سے یا بغیر غلطی کے۔ اگر کسی غلطی کی وجہ سے ہوئی تو انسان کو چاہیے کہ ندامت کا دامن تھام کر غلطی سے رجوع کرلے۔ یہ یاد نعمت ہے اگر اسے مثبت انداز سے سنبھالا جائے اور انسان کا دل تھوڑی بے قراری کے بعد سکون پکڑ لیتا ہے وگرنہ بدلے گی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ اگر کسی حق بات پر طعن و تشنیع ہوئی تو ایسے شخص کو صبر کا دامن تھام کر فخر کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسے لوگوں کا انتخاب اللہ خود فرماتا ہے۔ حق بات پر تو انبیاءؑ کو بھی بہت کچھ سننا پڑا۔

ایسے شخص کو صبر و شکر کا دامن تھام کر آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ ایسی باتوں کو از خود نہ یاد کرے اور جب یاد آئے تو پھر دیکھے کہ اہل حق کے راستے میں رکاوٹیں ہمیشہ رہی ہیں۔

(ز) تعریف کی یاد

جب انسان کی کوئی تعریف کرتا ہے تو وہ اُسے یاد کرکے محظوظ ہوتا ہے۔ ایسی یاد میں انسان کو اختیاط برتنی چاہیے۔ کہیں یہ چاہت اُسے منافقت کی طرف نہ لے جائے اور انسان تعریف

کے لیے ہی کام نہ شروع کر دے ۔انسان اختیاط کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے (confidence) کو (Boost) کر سکتا ہے اور کسی حد تک اِس سے محظوظ بھی ہو سکتا ہے۔

(ح) عزیز و اقرباء کی یاد

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "خدا کو یاد کرو جس طرح باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے" (2:200) پس باپ دادا کی یاد بھی حقیقت ہے۔ اِس میں بھی انسان کو اعتدال سے کام لینا چاہیے۔ مقصدِ حیات کو سمجھنے اور دنیا اور اسکی ہر شے کو عارضی جاننے سے اعتدال حاصل ہو سکتا ہے۔

(ط) حسین چہروں کی یاد

انسان کسی بھی حسین چیز کو دیکھتا ہے تو اُس کے اندر ایک رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ حسن کی یہ خوبی ہے کہ دیکھنے والے کے دل میں راستہ بنا لیتا ہے۔ پہلا ردِ عمل یہ ہے کہ شریعت کی پیروی کرتے ہوئے انسان نا محرم سے آنکھوں کو بند کر دے۔ یہ سب سے آسان عمل ہے اِس عذاب سے بچنے کا۔ اگر غلطی سے کسی نا محرم پر نظر پڑ گئی چاہے وہ سکرین پر ہو اور اُسکا چہرہ دل پر نقش ہو گیا تو پھر انسان کو چاہیے کہ از خود اُسے یاد نہ کرلے اور یاد آنے پر (اعوذ باللہ) پڑھ کر اللہ کی پناہ مانگے۔ چند دنوں میں دھندلا پڑتے پڑتے نقش مٹ جائے گا اور تکلیف رفع ہو جائے گی۔ بیٹے! یہ بڑا سخت عذاب ہے دونوں جہاں کا۔ پس آسان حل اِس سے بچاؤ کا یہی ہے کہ آنکھوں کو قابو میں رکھ۔

بیٹے! تجھے چاہیے کہ ماضی کو کلیات میں دیکھنے کی بجائے جزویات میں دیکھ۔ تاکہ تیرا چپو لہروں کے انداز ورفتار کے مطابق چلے اور تو سفینہء زندگی کو باآسانی بہاتا لے جائے۔ کہیں ماضی کی یاد تیرے لیے پیوند تو کہیں اُسے بھول جانا تیرے لیے سود مند۔

چھٹی شب

(اختلاطِ مردوزن، فحاشی و عریانی، حسین چہروں کا تعقب، پردہ اور مغربی معاشرے میں جنسی کج روی)

پچھلی نشست میں یادِ ماضی کے موضوع پر بات طویل ہوگئی تھی اِس لیے مزید سوالات نہ کیے جاسکے۔ سائلین کچھ نئے کچھ پرانے سوالات لیے بزمِ علم و معرفت میں دستِ طلب دراز کیے ہوتے تھے۔

سوالی: مرشد پچھلی نشست میں آپ نے نامحرم کو دیکھنے، ملنے اور گفت و شنید کی ممانعت کا تذکرہ کیا تھا۔ انسانوں کے درمیان یہ دیوار کھڑی کرنے کے پیچھے شریعت کے کیا مقاصد ہیں؟

مرشد: بیٹے جسمانی گناہ کی کشش "black hole" کی کشش کی مانند ہے۔ جیسے "black hole" کی حدود میں آنے والی شے اس سے بچ کر نہیں نکل سکتی اسی طرح بدکاری کے قریب آنے والا شخص بھی اس سے دامن بچا کر نہیں نکل سکتا، الا ماشا اللہ۔

اِسی لیے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ "زنا کے قریب بھی مت بھٹکو۔"(17:32)

بیٹے! کسی نامحرم کو دیکھنا، چاہے وہ حقیقت کی دنیا میں ہو یا سکرین پر ڈرامے، فلموں اور گانوں کی صورت میں، بلا ضرورت بات چیت، آواز کا سننا یا کسی نامحرم کے بارے سوچنا وغیرہ۔ سب قربِ زنا کی مثالیں ہیں۔ بہت محال سی بات ہے کہ ایسا شخص زنا کے گناہ سے پاک ہو۔

یہ اِس وجہ سے کہ جب انسان اِس گناہ کے قریب جاتا ہے تو شہوت اُس پر غالب آجاتی ہے۔ یہ غلبہ اتنا حاوی ہو جاتا ہے کہ روح کی آواز دب کر رہ جاتی ہے۔ خوفِ خدا و دنیا، عذاب کی وعیدیں اور دیگر ادویات بے اثر ہو جاتی ہیں۔ شہوت کا غلبہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور وہ بدکاری کی آگ میں کود جاتا ہے۔ پھر یہ دھند چھٹنے پر اس کو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سر بازار برہنہ پڑا ہوا ہے۔ پھر وہ ندامت و ذلت کی آگ میں جلتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی دعوت گناہ دے یعنی زنا آپ کی قربت کو بڑھے۔ اِس میں شہوت کا غلبہ پہلی صورت سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں دعوتِ گناہ کو ٹھکرانے والے کو اِسی لیے روزِ قیامت اللہ کے عرش کے سائے کی بشارت دی گئی ہے۔ جب کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ کیونکہ امتحان ہی بڑا کٹھن ہے۔

بیٹے! آج قربِ زنا کی پہلی صورت تو اپنی جگہ ہے ہی جس میں انسان کچھ اختیاطی تدابیر کے ذریعے اِس گناہ سے کسی قدر اپنا دامن بچا سکتا ہے۔ لیکن آج کا مسلمان، قربِ زنا کی دوسری صورت جو کہ کٹھن ترین امتحان ہے، سے آزمایا جا رہا ہے۔

بازار میں نکلو تو عورتیں سینے کھول کر پھر رہی ہیں، بس سٹینڈ پر جاؤ تو جسم فروش سرعام دعوتِ گناہ دیتی ہیں، جدھر نگاہ کرو نیم برہنہ عورتیں اشتہارات کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ انٹرنیٹ پر کسی ضروری کام سے بھی جاؤ تو بھی چاروں اطراف سے آپ کو دعوتِ گناہ ہو رہی ہوتی ہے۔

کہیں فحش "applications" کہیں فلمیں، کہیں گانے حتیٰ کہ اگر آپ قرآن کی تلاوت بھی سننا چاہیں تو اُس سے پہلے آپ کو Ads کی صورت میں چند سیکنڈ ناچ گانا دیکھنا سننا پڑتا

ہے۔ بیٹے! خلاصہ یہ کہ دعوتِ گناہ ہر وقت جاری ہے۔ ایسی حالت میں پاک دامنی کا سفر بڑا صبر آزما سفر ہے۔ اِسی لیے آج پاک دامن لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ لوگ اُس بشارت کے حقدار ہوں گے جنھیں عرشِ الٰہیٰ کے سایہ کا وعدہ دیا گیا ہے۔

بیٹے! دیواریں کھڑی کرنے کا مقصد یہی ہے کہ انسان انجانے میں آگ میں ہاتھ نہ ڈال بیٹھے۔ بس تو اللہ کے حکموں سے راضی ہو جا کیونکہ اُسکا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ اگر تجھے کہیں کوئی نقص نظر آتا ہے تو یقیناً تیری عقل کا نقص ہے۔

سوالی: مرشد! فحاشی اور عریانی کی آگ زور پکڑ چکی ہے اور بیشتر اس آگ میں جل رہے ہیں۔ باقی ماند جو گھروں میں بند ہیں، اِس آگ کے شعلے اور دھواں اُن تک بھی پہنچ رہا ہے۔ ایسے میں بچاؤ کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟

مرشد: بیٹے! انسان دنیا میں جس جس چیز کا مشاہدہ یا تجربہ کرتا ہے اُس کا تصور انسان کے قلب پر نقش ہو جاتا ہے۔

انسان کا دماغ اُس چیز کی حصوصیات کے مطابق response generate کرتا ہے۔ مثلاً انسان کو علم ہوا کہ آگ جلاتی ہے۔ انسان کے اندر آگ کا یہ تصور درج ہو گیا۔ انسان کبھی بھی جان بوجھ کر آگ کو نہیں چھوئے گا اور نہ ہی اُس کے قریب جائے گا۔ یا اگر آگ اُس کی طرف بڑھے گی تو وہ اِس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرے گا۔ اِسی طرح انسان کو معلوم ہوا کہ سورج کی تیز روشنی آنکھوں کو ضرر پہنچاتی ہے وہ اِسی لیے اسکی طرف دیکھنے سے گریز کرتا ہے۔ اور اگر انسان کو مجبوراً سورج کا سامنا کرنا پڑے جیسے کوئی مسافر ہے یا کھیتوں میں کام

کرنے والا وغیرہ تو وہ اس سے بچاؤ کا انتظام کرتا ہے۔ انسان جب شریعت کی خوبصورت پوشاک زیب تن کرلیتا ہے تو اُس کی باطنی آنکھ میں نور بھر جاتا ہے۔ پھر انسان کا قلب ان ظاہری اور باطنی مشاہدات کی بنیاد پر response generate کرتا ہے۔

ایک اللہ والا جانتا ہے کہ یہ حسین و دلنشیں چہرے، یہ نازنیں ابدان، سورج کی تیز شعاؤں کی مانند اُس کی آنکھوں کو ضرر پہنچائیں گے۔ وہ اپنی آنکھوں کو بچا کر بزم و بازار سے گزرتا ہے اگر بے چاہے سامنا ہو جائے تو وہ بچاؤ کی تدبیر کرتا ہے۔

اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ غیر شرعی تعلقات قلب و جاں کو جلا کر رکھ چھوڑیں گے اس لیے وہ اِن کے قریب بھی نہیں بھٹکتا۔ اگر یہ آگ اُس کی طرف بڑھے تو سہمے ہوئے بچے کی مانند اُس سے دور بھاگتا ہے۔ اِس آگ نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کا پیچھا کیا تو آپؑ بھاگے اور نتیجتاً آپؑ کی قمیض مبارک چاک ہو گئی۔ اِس سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے اپنے بچاؤ کے لیے جیل کو محل پر ترجیح دی۔ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ "یوسفؑ نے دعا کی کہ پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اُس کی نسبت مجھے قید پسند ہے۔ اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا"۔(12:33)

بیٹے! بس راستہ بچاؤ کا یہی ہے کہ شریعت کی پوشاک زیب تن کر اور خوف الٰہی کی سواری پر سوار ہو کر اِس آگ سے گزر جا۔

سوالی: مرشد! حسین چہروں کا تعاقب کرنے والوں کا حال بیان کیجیے؟

مرشد: بیٹے! حسین چہروں پہ نگاہیں ڈالنے والا ناسمجھ بچے کی مانند ہے۔ بچہ آگ کی رنگت سے متاثر ہو کر اُس میں ہاتھ ڈال دیتا ہے اور پھر اُس سے پہنچنے والی تکلیف پر روتا اور چلاتا ہے۔

حسین چہروں کا تعقب کرنے والا بھی یہی روش اپناتا ہے۔

نتیجتاً روتا چلاتا ہے اور پھر مختلف طریقوں سے اِس بھڑکنے والی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر وہ شریعت کا مرہم لگاتا ہے تو اُس کے زخم بھر جاتے ہیں اور اُس کی بے قراری رفع ہو جاتی ہے۔

اگر وہ غیر شرعی طریقے سے اِس تکلیف کو رفع کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کے زخم بڑھتے جائیں گے اور تکلیف زور پکڑتی جائے گی۔ ایسا شخص باقی ماندہ زندگی ذلت میں گزارتا ہے۔ پھر موت بھی اُسے ذلت کی آتی ہے اور اُٹھایا بھی اِسی حال میں جائے گا۔ سوائے اسکے جس پر اللہ رحم کرے۔

سوالی: مرشد! کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اِس فتنے کی جڑ عورتیں ہیں؟ اگر عورتیں پردے کا اہتمام کریں تو نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

مرشد: بیٹے! بازار میں کسی بھی مال کی supply اس کی demand کے مطابق ہوتی ہے۔ اگرچہ انسان اشرف المخلوقات ہے لیکن سمجھانے کے لیے مثال بیان کر رہا ہوں۔ مرد نے جب پارسائی کو چھوڑ کر بے حیائی کو پسند کیا تو عورت نے اپنی demand برقرار رکھنے کے لیے برہنگی کی راہ اختیار کی۔ بیٹے! اب اس میں قصور بھلا مرد کا ہے یا عورت کا۔

بیٹے! شریعت کے آئینے میں دیکھے گا تو تجھے واضح ہو جائے گا کہ مرد اور عورت دونوں اِس فتنے میں برابر کے شریک ہیں۔ بس عورت جو بھی لباس زیب تن کرے تجھ پر آنکھوں کا پردہ لازم ہے اور مرد چاہے سب مر جائیں عورت پر چہرے کا پردہ لازم ہے۔

سوالی: مرشد! مغربی معاشرے میں عورت کا لباس نہ ہونے کے برابر ہے۔ مرد کی شہوت پر کوئی سماجی و مذہبی لگام نظر نہیں آتی۔ اختلاطِ مرد و زن عام ہے۔ اِس سب کے باوجود ہمیں مغربی معاشرے میں کوئی ایسی جنسی کج روی نظر نہیں آتی جس سے اِسلام ہمیں ڈراتا ہے؟

مرشد: بیٹے! تیرا مشاہدہ بالکل ٹھیک ہے اُس مقام کی نسبت سے جہاں تو کھڑا ہے۔ اور وہ مقامِ سراب و فریب ہے۔ جیسے دھوپ میں خشک صحرا و سڑک پر پانی کا دھوکہ ہوتا ہے۔ اِسی طرح ظاہر کی آنکھ سے دیکھنے والے کو دنیا کی نجاست دلکش معلوم ہوتی ہے۔ پھر جب وہ اُس کے قریب جاتا ہے تو اُس پر حقیقت کھل جاتی ہے۔ علامہ اقبالؒ جب مغرب گئے اور اُس معاشرے کے شب و روز قریب سے دیکھے تو آپ کہنے پر مجبور ہو گئے۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

بیٹے! تو ذرا پردے کو ہٹا کر دیکھ۔ مغربی معاشرہ اُس زہر کو منہ لگائے ہوئے ہے جو بظاہر میٹھا ہے۔ تو ذرا تحقیق تو کر کے دیکھ۔ محققین نے اخبار و کالم میں ان حقائق کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ مغربی معاشرے میں عورت فقط شہوت کی آگ بجھانے کا آلہ ہے۔ وہ ایسی ذلت کی زندگی جی رہی ہے کہ جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اِسی لیے تو آج اسلام کی آغوش میں آنے والوں میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہے۔ مغرب میں کسی ادارے کو دیکھ لے تجھے عورت اشک بار نظر آئے گی چاہے وہ فوج ہو یا فلم انڈسٹری۔ خاندانی نظام بالکل تباہ ہو چکا ہے۔ مرد و عورت دونوں شدید ذہنی تناؤ کا شکار ہیں۔ بیٹے! تو باطن کی آنکھ سے دیکھے گا تو دیکھ لے گا کہ

مغربی معاشرے میں جنسی کج روی کس انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ حیا و حجاب کی حکمتیں بھی تجھ پر واضح ہو جائیں گی۔

ساتویں شب

(Knowing God and Purpose of life)

آج کی نشست میں مجھے کچھ انجان چہرے نظر آئے جو کہ غیر روایتی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ حال حلیے سے وہ فرنگی معلوم ہوتے تھے۔ مرشد کے تشریف لانے سے پہلے وہ ساتھ بیٹھے شخص کو کچھ بتاتے سمجھاتے رہے۔ مرشد جب تشریف لائے اور سوالات کی اجازت دی تو ان انجان لوگوں کے درمیان بیٹھا وہ شخص کھڑا ہو گیا۔ مرشد نے اُسے بیٹھ کر سوال پوچھنے کو کہا۔

سوالی: میرے آباؤ اجداد یہاں کے مقامی ہیں لیکن میں ایک عرصہ دراز سے لندن میں رہائش پذیر ہوں۔ میرے کچھ غیر مسلم دوست سیر و تفریح کی غرض سے پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ یہ سیاحت کے ساتھ ساتھ روحانیت میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کی فرمائش پر چند سوالات لیے آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ لسانی رکاوٹ کی وجہ سے انکے سوالات بطور مترجم میں پیش کروں گا۔

Murshid: Dear! A translated question loses its essence. So let your friends ask questions in their native language.

صالح: یوں تو مجھے معلوم تھا کہ مرشد کو انگریزی زبان پر عبور حاصل ہے مگر انھیں کبھی انگریزی بولتے نہ سنا اِسے لیے میرے سمیت اہل بزم کے لیے یہ ایک عجیب بات تھی۔ مرشد کی فرنگی احباب سے انکی مادری زبان میں گفتگو نے اُنکی دلچسپی کو دوبالا کر دیا۔

Questioner: Sir, I am a born Christian but I think I am not following any religion. The only religious faction that appeals me is Sufism. Whenever I visit them my heart fills with a strange solace. Just for that peace, I am here at your feet. In addition to that there are few questions also that are bothering me.

Murshid: Dear! Please go ahead.

Questioner: Murshid! Why some people are able to know God while others not? And how a lost person can find God? What is the secret key to this treasure?

Murshid: Dear! When a child is born his heart is clean & pure. The day he starts the journey of this world, impurities start settling in his heart. If his care takers are the people of wisdom; they will keep removing these impurities. When this child grows mature with clean heart as mirror, he recognizes God.

But as for those, whose hearts are the houses of darkness; they won't be able to see the dirt harboring in child's heart. When the child of such parents grows up, he won't be able to recognize God.

O grown up person! Whose parents did injustice with him. If you are still keen to recognize the Glorious and the Most Merciful, I may guide you to that. Just take your heart to the initial days when you were born. Everything harbored in thereon is dirt. When you will remove this dirt and your heart will be purified as it was when you were born, you will

recognize the Almighty God. This is the actual success of Mankind which is only possible by the purification of heart.

Dear! This criterion of success is mentioned by God is His final book, Quran. He says: "He has succeeded who purifies it." (91:9)

And finally on the Resurrection Day, the possessor of purified heart will be accommodated in Paradise, where he will receive blessings and nearness of Almighty God forever. And on the other hand, whose heart remains dirty, he will end up nowhere but in Hell, away from God's blessings. This is actual failure of man as Allah says: "And he has failed who instills it (with corruption)." (91:10)

Questioner: Murshid! What is the purpose of our creation?

Murshid: Dear! Out of nowhere you are dropped in a land previously unknown to you. You set off for a journey without knowing its purpose. Did you ever whisper yourself, why you have been created? Did you ever beg any wise person to unclose for you the meaning of life?

If anyone's answer is "Yes" and he has found the way to his destination. Then, I pray for him that may the shield of God's blessings protect him from the attacks of satanic forces.

But if your answer is "No" and your robe of darkness has not been stripped off by you or by any wise person, then let me help you out. Sit in seclusion in the later part of night and ask The Most Wise, The Almighty

about the purpose of your creation. Do you think, He is gonna respond? "No". Why should He respond you like this. Are you a Prophet? Or is your seclusion and prayer like that of Prophets? "No" Then find some other passage. Did you ever hear about the Divine Scriptures? These are the instructions sent by the Creator for us. Why not to read the latest instructions by the name of "Holy Quran"? O Dear! Come! See! He has already written to us the purpose of our creation.

Listen! "(He) who created death and life to **test you** (as to) which of you is best in deed and He is the Exalted in Might, The Forgiving." (67:02)

"Indeed We created man from a sperm drop mixture that we may **test him** and We made him hearing and seeing." (76:02)

"And We will surely **test you** with something of fear and hunger and loss of wealth and lives and fruits but give glad tidings to the patient." (02:155)

" Indeed , We have made that which is on earth , adornment for it that We may **test them** (as to) which of them is best in deed." (18:07)

" Every soul will taste death . And We will **test you** with evil and with good as trial and to Us you will be returned." (21:35)

And We will surely **test you** until We make evident those who strive among you and the patient, and We will test your affairs." (47:31)

Dear! I hope these verses are enough for you to understood the purpose of Man's creation. These are the Words of the All Knowing, the Most Wise , so don't have an iota of doubt in it.

If your heart is satisfied with it, then set your compass and start advancing towards your goal. Beware! This test is not that easy. You can't afford to waste even a second. You can't afford to burn a calorie without any output and you can't afford to waste a penny just to fulfill your desires or lust. Don't eat, sleep and speak much. Just move, move and move. Know that comfort is your biggest enemy. Sit in the lap of pain and suffering patiently and it will carry you to the destination like a mother carries her child from place to place.

And if you are lucky to reach the destination, you will have a reward which no eye has ever seen and no mind can imagine. God Almighty says: "Is the description of Paradise, which the righteous are promised, wherein are rivers of water unaltered, rivers of milk; the taste of which never changes, rivers of wine delicious to those who drink and rivers of purified honey, in which they will have from all (kinds of) fruits and forgiveness from their Lord". (47:15)

And if you are imprisoned by lust and desires and you fail to reach your destination, there is such a painful and severe punishment that is beyond one's imagination. Read what Final Messenger of God (PBUH) says:

"By God , if you had known what I know, you would have laughed little and wept much, and you would not have enjoyed women on beds, and you would have certainly come out to the hills seeking refuge to God. (Al Hadith, Vol -II, Page 762)

And Listen what Creator Himself says about the losers.

"(It is) Hell, which they will (enter to) burn, and wretched is the settlement" (14:29)

"And Hellfire will be brought forth for the deviators" (Quran)

"Indeed those who disbelieve in Our verses; we will drive them into a fire. Every time their skins are roasted through, We will replace them with other skins so that they may taste punishment. (4:56)

So, Dear! This shows that the purpose of our creation is test and everyone will be recompensed on the Resurrection Day as per his performance in the test.

آٹھویں شب

(Optional prayers, Striving against an unislamic system, Wisdom, Tribulations, Pride and Discontentment)

آج تہجد کے بعد میں مراقبے کے لیے بیٹھا تو ڈاکٹر اسرار احمد (مرحوم) کی بات میرے خانہء فہم میں گردش کرنے لگی، جس میں آپ فرماتے ہیں کہ

"All optional prayers become totally irrelevant when you are living under an unislamic system. The first and foremost obligation is to strive against that system."

آپ کی اِس بات نے مجھے تذبذب میں ڈال دیا۔ میں مرشد سے بے وقت سوال کرنے سے گریز کرتا تھا کیونکہ اس سے ان کے Time Table میں بد نظمی پیدا ہوتی تھی مگر ڈاکٹر صاحب کی اِس بات نے مجھے مرشد کے سامنے دست طلب دراز کرنے پر مجبور کر دیا۔

مرشد: بیٹے! ڈاکٹر صاحب کو اللہ نے جو فہم و فراست عطا کی ہے اُس کی مثال اِس دور میں نہیں ملتی۔ اُن کا طرزِ زندگی فقیرانہ اور طرزِ تکلم شاہانہ تھا۔ حق گوئی سے کوئی شے انھیں روک نہ پاتی تھی۔ تو ان کے اقوال پر انگلی مت اُٹھا جب تک کہ واضح طور پر شریعت کی نفی نہ ہو رہی ہو۔ بیٹے! عبادت کے درجات ہیں۔ فرائض کی پیروی عبدیت کی بنیاد ہے۔ واجبات اُس کے درو دیوار، سنت اِسکی چھت اور نفل رنگ روغن۔

جب تو نے عمارت کی نہ بنیاد رکھی، نہ دیواریں کھڑی کیں نہ چھت ڈالی، تو پھر رنگ روغن کس شے کو کرتا ہے۔ ایسے میں خردمند تجھے فارغ العقل نہ کہیں گے تو کیا کہیں گے۔ سامانِ زیب وزینت سمیٹنے والے بے گھروں کو ڈاکٹر صاحب یہی پکار رہے ہیں کہ پہلے گھر تو تعمیر کر لو پھر آرائش کا بندوست کرو۔

صالح: مرشد! کیا میں نفلی عبادات ترک کر دوں؟

مرشد: بیٹے! معالج مریض کی صحت کے مطابق دوا تجویز کرتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار کی تجویز کردہ دوا تیری صحت کے موافق نہیں۔

بس تو یہ دوا پی لے۔ یہ کہہ کر مرشد نے اپنی پرسنل ڈائری کھول کر مجھے پکڑا دی۔ جو صفحہ میرے سامنے تھا اُس پر تحریر رقم تھی جس کا عنوان تھا "عبادت کا بوجھ اور پشت کی گدی"۔ مرشد لکھتے ہیں کہ میرے دل میں کئی مرتبہ شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ جو میں نفلی عبادات جیسے تسبیح، روزہ، اشراق و چاشت کا اہتمام کرتا ہوں، اِس سے اچھا ہے کہ میں وہ کام کروں جس سے امت کو یا لوگوں کو فائدہ ہو۔ جیسے میں لکھتا ہوں تو نوافل کی بجائے کتاب پر کام کروں تو جلدی مکمل ہو جائے گی۔ میں کئی مرتبہ شیطان کے اِس مشورے سے رضامند ہوا۔ اکثر حاصل یہ ہوا کہ جس کام کے لیے نوافل ترک کیے تھے وہ بھی نہ ہو سکا اور ساتھ لغزشوں کے چھینٹے بھی دامن پر پڑتے رہے۔ اور بعض مرتبہ شیطان غفلت کی رسی سے باندھ کر گناہوں کی دلدل تک بھی لے گیا۔

کئی دفعہ فریب کھانے کے بعد مجھے سمجھ آئی کہ جیسے گدھے کی پشت پر گدی کا بوجھ ڈالا جاتا ہے تاکہ سامان متوازن رہے اور دوسرا زخم نہ لگے یا تکلیف سے محفوظ رہے۔

انسان کو بھی متوازن رکھنے کے لیے عبادت کا بوجھ ضروری ہے۔ اگر یہ بوجھ ہٹا دیا جائے تو انسان غیر متوازن ہو جاتا ہے اور زندگی کا بوجھ اُٹھانا اُس کے لیے دشوار ہو جاتا ہے۔

شیطان اب بھی مجھے مشورے دیتا ہے لیکن میں اِس کی چالوں کو اب سمجھ چکا ہوں۔

مرشد کی تحریر پڑھ کر معاملات مجھ پر واضح ہو گئے۔

رات کی نشست میں وہی غیر ملکی احباب بھی تشریف فرما تھے۔ مرشد نے اُنھی سے مخاطب ہو کر سوال پوچھنے کا کہا۔

Questioner: Murshid! Whom one can call a wise man?

Murshid: Dear! A forest carries all kinds of plants and herbs. Few out of them are poisonous which may even cause death to eater and others are useful for growth and survival of body.

A shepherd always keeps his flock away from poisonous plants and at times he may beat his sheep to keep them away from their harms. He arranges useful fodder for his animals and at times he may force them to eat that. Every wiseman acts in the same manner. He makes himself aware of gainful and harmful things of this world by pondering upon the Word of God. Then he keeps himself away from all the harmful things; no matter how attractive they might be, and forces himself towards useful things; which may be apparently looking unpleasant. Finally he returns to his God safe and pure and is welcomed with greetings. On the day of Judgment he will receive unperceivable rewards which will be everlasting. Dear! Who can be wiser than such man?

Questioner: As God says in the Quran: "Over every possessor of knowledge, is one (more) knowing." (12:76)

Murshid! Who is the wisest of all people?

Murshid: Dear! Wisest of all is one who performs his religious obligations being in love with his Lord.

Dear! Waking up for a night purposelessly is difficult; for a salary or a reward, it's easy; in seeking pleasure of beloved, its pleasant and when pleasure of beloved and reward both combine, it's amazing. It is the peak of delight and pleasure where the goblet of heart shakes and beyond it breaks.

Dear! A person living meaningless life is like one who wakes up for night purposelessly.

Undoubtedly! Life of such person is the toughest.

The one who is working day and night to protect himself from the Hellfire and to receive the rewards promised by God, is like a person waking up for night for the sake of salary or reward . His life is easier than the previous person but is dead and dry. There is no joy and pleasure in this journey.

A seeker of God's love, whose every step is towards his Lord, day and night who is craving for the closeness of his Lord, The Merciful, The Generous, The Most Kind, The Most Beautiful, Light upon Light, The Most Loving, whose praise is beyond human's capacity. This person is like one who wakes up for night seeking the pleasure of beloved. Every

passing moment takes him closer to his beloved. He waits for death with more passion than a young couple waits for night.

This person is at the highest level of happiness. He is the wisest of all; following the easiest way to his Lord.

Questioner: When we read about Mystics, their lives seem to be filled with trials and tribulations? Murshid! Why is it so?

Murshid: O soul of the modern age! You must be well conversant with computer games. When you start from 1st level, it's easy to play as it carries fewer challenges. These challenges proportionally increase with each next level.

Dear! Same happens in the path of righteousness. Tribulations are in proportion to the level of faith. That's why you find the lives of Mystics filled with troubles.

Listen! In the path of love, when more stones start falling at you and blood drops from every part of body, that is the indication that you are at some higher level. So celebrate that moment, smile at each drop of blood because it takes you closer to Beloved. Blood for righteous cause is the scent of Paradise.

Listen what God's Apostle says; "By Him in whose hands my soul is, whoever is wounded in God's cause and God knows well who gets wounded in His cause, will come on the Resurrection Day with his wounds having the colour of blood but the scent of musk. (Bukhari)

Questioner: What is the remedy for pride and discontentment?

Murshid: O seeker of truth! Know that pride leads to oppression and injustice and discontentment leads to unhappiness in life. These two diseases of heart give birth to great unrest in individual's life and society.

You wanna get rid of them?

Listen! Sit in isolation and start counting the great names which history narrated you; Pharaoh, Qarun, Namrood and as many names as you know. Then ponder upon their finality. Listen what God says: "Similar situations have passed on before you, so proceed throughout the earth and observe how was the end of those who denied". (3:137)

Their Kingdom is no more. No one is there to prostate them and they have become the part of earth from which they were created.

Now look at yourself.

Do you find yourself anywhere in comparison to them. If "Yes" then what? Still you will end up is destruction like them.

And if "no", then who can be more foolish than you. You are neither of this world nor of that world.

Dear! Such pondering is remedy to the disease of pride. Take this medicine regularly till you get spiritually healthy and your illness of pride dies down.

As for the discontent person, medicine is almost similar.

O seeker of the truth! Just come out to a public place. Start counting people deprived of eyes, legs, arms and walking with the help of others; go to hospital , see the patients lying like dead bodies; Go, stand by the

garbage pit and see children, young and old eating therein unmindful of dog pissing besides.

Still you have complaints. Go and see the beggar lying in street, having no hands and eating with feet.

Now compare your life with theirs. Aren't you living a better life?

Dear! I am sure. If you take this medicine regularly, you will be free of discontentment, which is the major cause of unhappiness in one's life.

نویں شب

(Knowledge, Fear & Hope, Devil, Reliance on God, Productive life, Marriage, God consciousness & materialism, Internet and avoiding sins)

پچھلی دو نشستوں میں ان غیر ملکیوں کے علاوہ مرشد کی بات شاید ہی کسی کو سمجھ آئی ہو کیونکہ اکثریت انگریزی زبان سے ناواقف تھی۔ اس کے باوجود محفل کی رونق میں کچھ کمی نہ ہوئی تھی۔ اِسکی بنیادی وجہ مرشد کی محبت تھی جو لوگوں کو باندھے ہوئے تھی۔ آج غیر ملکی پھر محفل میں موجود تھے۔ مرشد نے مقامی لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں اِس لئے انھیں وقت دینا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ لوگوں کو بھی اِس بات کا احساس تھا اسلئے کسی نے ناگواری کا مظاہرہ نہ کیا۔ مرشد نے انھیں مرحبا کہتے ہوئے سوال پوچھنے کا کہا۔

Questioner: Murshid! What can be termed as knowledge in real sense?

Murshid: Dear! Knowledge is not what earns you good salary, nor what makes you a famous person, nor what gives world new inventions.

It is that state of heart which makes you fear the Lord and motivates you to follow His commandments. Holy Quran is witness to this fact: "Only those fear God, from among His servants, who have knowledge. Indeed God is exalted in Might and Forgiving." (35:28)

So when you search for knowledge, find a God-fearing person. Fear or God consciousness is the outward sign of knowledge.

Questioner: Murshid! Prophet Muhammad (PBUH) said: "Iman is suspended between fear and hope." What He (PBUH) meant by this and how this emotion contributes positively towards the society?

Murshid: Dear! It means when fear of punishment and hope for forgiveness combine in a heart, it becomes balanced. That balanced state is known as Iman and such person is called Momin or Believer. As for as its contribution is concerned, it brings forth a balanced society. Dear! There are spiritual diseases as there are bodily diseases and likewise there is cure for these diseases. God sent us here for a limited time. To keep us disciplined, He sent important instructions as well through His Chosen Prophets.

Although these instructions changed from time to time but basic subjects remained same.

Actions, punishments and rewards are one of those common subjects. Pride, passion, greed, anger and envy etc. drive man to punishable actions. A hope for God's Mercy and His blessings pulls man towards rewarding actions. These actions either earn Hell or Paradise for mankind.

There is a cure for heart which is inclined towards sins and that cure is remembrance of horrible punishment. Quran says: "And whoever disobeys Allah and His Messenger and transgresses His limits. He will

put him into the fire to abide eternally therein and he will have a humiliating punishment. (4:14)

When the fear increases, if it is not checked, it may lead one to hopelessness.

Here one needs to take the sweetest medicine of God's Mercy. When one balances himself between the fear of punishment and the hope for mercy, his life becomes balanced. Such people contribute towards the establishment of balanced society.

Questioner: Murshid! How devil captures one's heart?

Murshid: Dear! If an empty vessel is placed uncovered in open, it will soon get filled with dust and waste. Same is the case with the vessel of heart . If one doesn't fill it with God consciousness and protect it from devil; devil will occupy it like dust and waste.

Questioner: Murshid! What should be one's attitude towards routine affairs?

Murshid: Dear! Every affair of Mankind is in the hand of God. Nothing good or bad happens except by His permission. A wise man turns his face to God because he knows that He is the main source of every affair. These affairs are parceled to us through people by God Almighty. A foolish man cuts off from God who is the main source and bows before people who can give him nothing if the supply is stopped from main source.

So, one should act wisely and stay connected with the main source.

Questioner: Murshid! How can one be more productive?

Murshid: Dear! One who is just following his lustful desires and is not striving to achieve anything of this world or the Hereafter, has no value of time and his life is least productive. Second is the one, who is striving to achieve something of this world. He will value the time more than the first person. His life will be little more productive. The one who values time most is the person striving solely for Hereafter. You will never find him wasting time. His life will be most productive. So be Akhirah-conscious to be more productive.

Questioner: Murshid! When one should get married?

Murshid: Dear! On one side life of celibacy is forbidden and on the other side extra marital relation is crime. A believer has no choice but to get married as he becomes mature.

Questioner: Murshid! What is the value of Adab (Respect) in the sight of God?

Murshid: Dear! When the sorcerers of Pharaoh were brought before Prophet Moses (AS), they showed him respect by seeking permission before presenting their sorcery. This adab (respect) became reason for their guidance and God Almighty blessed them with the treasure of faith.

Questioner: Murshid! Can God consciousness and materialism be together in a heart?

Murshid: Dear! God consciousness and materialism can't dwell in a single heart. When materialism comes in God consciousness departs and when God consciousness comes in materialism departs.

Questioner: Murshid! How powerful is internet?

Murshid: Dear! It is so powerful that it can transform a well enlightened, holy man into a devil, just in a night.

Questioner: How Devil traps us?

Murshid: Dear! Devil never drags us to a sin. It traps people like a child kidnaper kidnaps a child by offering him a toffee or a chocolate.

He beautifies the path of sin for us, covers it with flowers and sprays fragrance over it. We keep on walking joyfully on that path and finally end up in a gutter. He holds his nose and runs away laughing like a naughty boy.

Questioner: Murshid! How to avoid sins?

Murshid: Dear! It is difficult to remove a tree from a place than to remove a seed which has to become a tree in future.

When devil plants a seed of sin in one's heart in the form of bad thoughts, it is very easy to get rid of it. If a person leaves it there to get nourished; its roots get strengthened in heart. A point comes where a person becomes so helpless that even if he wants to avoid that sin, he can't .The sinful act sprouts from him as the plant comes out piercing the ground.

Questioner: What is the prime role of religion in one's life?

Murshid: Dear! Religion serves as a mother who holds her ignorant child from falling into the fire.

دسویں شب

(Company of righteous, Certainty, Challenges in life, Self discipline and controlling desires)

خانقاہی زندگی جنت کی زندگی سے مشابہت رکھتی ہے کیونکہ یہ غمِ دوراں سے پاک ہے۔ اِسی لیے شریعت نے معاشرے میں رہتے ہوئے صبر کا دامن تھام کر چلنے کو افضل قرار دیا ہے۔ اِس کے برعکس رہبانیت کی زندگی کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ اِس لیے کہ دنیا دارالامتحان ہے اور جو امیدوار کمرہء امتحان سے ہی بھاگ گیا ہو اُس کے پاس فیل کا فیصلہ کس بنیاد پر ہو۔ کتابوں میں یہ بات بارہا پڑھی مگر اِس کی حکمت مجھ پر آج واضح ہوئی۔

اِس ایک عشرے میں مجھ میں کافی تبدیلی واقع ہوئی۔ دل کے نگر میں جہاں سیاہ شب کے سوا کچھ نہ دکھتا تھا، کہیں کہیں چہل پہل نظر آنے لگی۔ عقل و شعور کی ویراں کوٹھیوں میں مدھم مدھم دیے ٹمٹمانے لگے۔ یہ رمز مجھے سمجھ آگئی کہ علم صرف کتابوں سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِس کے لیے علماء و صلحا کی چوکھٹ کے چکر کاٹنا لازمی ہے۔

میں نمازِ عصر کے بعد اپنے کمرے میں لوٹ گیا۔ مجھے تنہائی عزیز لگنے لگی تھی اور بزم و بازار سے خوف آنے لگا تھا۔ یہ خوف شاید اِسلیے تھا کہ جو کیفیات مجھے حاصل ہوئی ہیں کہیں زائل نہ ہو جائیں۔ کسی لغوبات سے یا ممنوع ملاقات سے، غلط نگاہ سے یا کسی اور گناہ سے۔

میں تصوراتی دنیا میں ہی محوِ گردش رہا یہاں تک کہ مغرب کی اذانیں شروع ہو گئیں۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ آج کی نشست میرے ہی سوالوں کے لیے کم پڑ جائے گی۔

میں نماز کے بعد جائے وعظ پر سب سے آگے جا بیٹھا تا کہ آسانی سے سوال پوچھ سکوں۔ میں نے دائیں جانب نگاہ دوڑائی تو انھی غیر ملکیوں کو اپنے قریب ہی تشریف فرما پایا۔ میں نے سوال پوچھنے کا ارادہ ترک کر دیا کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ مرشد مہمانوں کو ہی ترجیح دیں گے۔

مرشد: (مجمع سے مخاطب ہو کر) آپ کا وقت غیر ملکی مہمانوں کے لیے ایک تحفہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ خوشدلی سے یہ تحفہ ان مہمانوں کو پیش کر رہے ہیں۔

سب نے با آواز بلند کہا: مرشد! اللہ کی رضا میں ہم راضی ہیں۔

مرشد: اللہ آپ کا یہ خلوص قبول کرے۔

My foreign friends! I again welcome you in mosque on behalf of all disciples. They all are pleased to have you here. You can ask your questions without hesitation.

Foreigner: We are thankful to all of you and especially Molana for bearing us for consecutive four days. Tonight we are leaving for our country that's why we are here to convey our feelings and to listen your goodbye message. In west people know Pakistan as hub of terrorism but after spending time with people of Pakistan we are obliged to say that it is the hub of love and peace. Especially, Scholars (Molana) or beard guys, who are presented as symbol of terror, are angels on earth in real. We met them in mosques, shops and other places and their character amazed us every time.

We can confidently say that if there is only one valid Religion, it can be none other than Islam. Once again thank you all. Molana ! If you please allow us to ask few questions before departure?

Murshid: Yes please, dear! I will be honored.

Questioner: Murshid! There are three terms used in Quran; knowledge of certainty (102:5), eye of certainty (102:7) and truth of certainty (69:51). What is meant by these terms and how they are correlated?

Murshid: Dear! To disclose their meanings and to correlate them let me narrate you an incident.

Army normally conducts different sports competitions for physical and mental agility of soldiers. Once I along with my fellow officer visited the unit handball team to see their routine practice.

That officer picked up a ball and started playing with the team. During that he managed to dodge out the keeper and successfully scored the goal. Goal keeper was astonished. He challenged the officer for another try. The officer accepted the challenge. He positioned himself at the marked line and threw the ball towards the keeper with utmost force. The ball hit so severely that the middle finger of keeper just came out of joint. It was very painful to see all that. The officer didn't wait for the duty vehicle to rescue the soldier rather he drove out his personal car from the garage and took him to hospital. It was so hurting for me that even now when I think about it, my heart gets filled with pain.

Dear! In relation to this incident, feeling of pain can be categorized into three different levels:-

- Knowledge of pain
- Witnessing pain
- Experiencing pain

You heard about this incident. You must have felt pain but your pain can neither be equal to those who witnessed it nor to him who went through this pain. So this is the lowest level of pain which could be experienced through knowledge of pain. Quran calls this level of certainty as Ilm-ul-Yaqeen which means knowledge of certainty.

Second level of certainty is that which is experienced by seeing it. In relation to this incident, the pain of those who witnessed it, is definitely more than those who heard about it but is way lesser than one who went through this pain. Quran calls it Ain-ul-Yaqeen which means eye of certainty.

Third and highest level of certainty is, when a person physically experiences something. In relation to this incident, the pain of person who got injured is definitely more than the other two categories. Quran calls it Haq-ul-Yaqeen which means the truth of certainty.

So, the knowledge of certainty is related to this world and the eye of certainty and the truth of certainty are related to Hereafter.

Dear! For you is, to believe, then gain knowledge and then transform that knowledge into the knowledge of certainty by pondering upon and practicing the Religion.

If one doesn't know what is going to happen to him if he is thrown in Hellfire or if he is not certain about it. How is he going to avoid the acts

of people of Hellfire? Likewise, if one has no knowledge of rewards and blessings promised by God in Paradise or if he is not certain about it. How he is going to strive for Paradise?

Questioner: Why God placed challenges in everyone's life?

Murshid: Dear! This is to make us realize that this world is not an ideal place to live rather ideal place is Paradise, which will be free of all problems.

Questioner: How religion makes us disciplined?

Murshid: Dear! Religion helps you in getting rid of useless desires and hands over the command of body to intellect.

Questioner: How can we control natural inclination towards opposite gender? History is full of such examples where kings had wives in hundreds still they died searching for more? How can this thirst be quenched?

Murshid: Dear! Allah created attraction in the hearts of Mankind for beautiful things, especially amongst each other. There is a secret way to deal with this inclination. Firstly, we need to know the purpose of life and that is test as mentioned in the Holy Quran. Person unaware of this fact, runs behind the desires crazily especially in case of opposite gender. God says in the Holy Quran: "Beautified for people is the love of that which they desire of women and sons, heaped up sums of gold and silver. Fine branded horses and cattle and tilled land. That is the enjoyment of worldly life but Allah has with him the best return (i.e. Paradise)." (3:14)

So, the first thing mentioned in case of attraction is woman.

When one doesn't confine his desires in religious boundaries, he harms himself in an unobserved way.

Any woman who by the law of nature does not belong to you (i.e, any woman other than wife) serves as a walking wound. It is like she is carrying a knife or something sharp and when you look at her as you look at your wife with love, she leaves a wound in your heart. This keeps on happening until the heart becomes like a minced meat. Man's thirst increases and he uses all means to quench it but fails. This is because the ways normally used to quench this thirst are wrong which actually increase the thirst instead of decreasing it. This leads to spiritual diseases like anxiety and dissatisfaction further leading to withdrawal from life or committing suicide.

The only solution to this issue is, to follow Islamic teachings, have legal spouse and keep your desires confined to her. If any other woman fascinates you, for that act upon the Prophetic advice.

He (PBUH) says: "When a woman fascinates any one of you and she captivates his heart, he should go to his wife and have intercourse with her, it would repel what he feels." (Muslim)

Dear! This is how you can free yourself from this problem and maintain peace in life.

آخر میں مرشد نے مہمانوں کے لیے دعا کی جس کا کچھ حصہ یہ تھا۔

"A father picks up his son out of love when a difficult passage comes in his way. O our Lord! The one who loves us more than anyone else! Help

us to pass through this world clean and clear. We are weak and helpless and strong wind of temptations pushes us into sins every time.

Indeed Your words are true. This world is a testing passage. Please help us to move through it safely. (Ameen)

گیارھویں شب

(محبت، عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کا سفر، حبِ الٰہی، راہگیرِ عشق، محبت و شریعت، کجیِ دل کا علاج، پیمانہء تقویٰ اور راہِ حق کا مسافر)

گرج چمک سے جو ابرِ رحمت کی نوید آسمان صبح سے سنا رہا تھا، شام کے آخری پہر وہ برسنے لگا۔ چھتوں سے ٹکراتی بوندوں کا ترنم، شاخ و شجر کا رقص، پھیلے ہوئے پانی میں زمیں بوس پھولوں کا عکس، تیز ہواؤں کی شور انگریزی اور چڑیوں کا چہچہانا۔ تمام مناظر حمدِ خداوند کا ترانہ الاپ رہے تھے۔ میں مغرب کی اذانوں تک اِن مناظر کا مشاہدہ کرتا رہا اور دل خدا کی حمد بیان کرتا رہا۔ بارش کی وجہ سے آج نمازیوں کی تعداد کچھ کم تھی۔ یہی حال محفلِ شب کا بھی تھا۔ اِس لیے مجھے آسانی سے سوال پوچھنے کا موقع مل گیا۔

سوال: مرشد! دین میں عشق کا کیا مقام ہے؟

مرشد: بیٹے! عشق و محبت دین کی بنیاد ہے۔

اس کے بغیر انسان دین کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ نہیں سمجھ سکتا کہ حضور پاک ﷺ کے وضو کا پانی اصحاب کیوں جسموں سے مل لیتے تھے۔ اُس کی عقل اس راز کو نہیں پا سکتی کہ معصب بن عمیر نے کیوں حضور ﷺ کے دفاع میں جسم کو زخموں سے لیس کر لیا تھا۔ عشق کے بغیر وہ اُس جذبے کی رمز کو نہیں پا سکتا جس کے تحت سانپ کے ڈس لینے کے باوجود

حضرت ابو بکر صدیق نے آہ و بکا کو بے ادبی جانا۔ انسان نہیں سمجھ سکتا کہ آپ ﷺ کی رحلت کے بعد مئوذنِ رسول سے کبھی اذان کیوں نہ دی گئی۔

آپ غریب ابو طن کیوں ہو گئے۔ اِس راز کو پانے کے لیے عشق کی وادی سے گزر ضروری ہے چاہے وہ عشقِ مجازی ہی کیوں نہ ہو۔

سوالی: مرشد! آپ نے عشق ِ مجازی کا ذکر کیا۔ عشق ِ مجازی سے عشق ِ حقیقی کا سفر اکثر کہانیوں کی صورت میں پڑھنے سننے کو ملتا ہے۔ کیا یہ بات کتابوں تک ہی محدود ہے یا اِس کا حقیقت سے بھی کوئی تعلق ہے؟

مرشد: بیٹے! جو شے وجود رکھتی ہے سایہ اُسی کا ہوتا ہے۔ کسی شے کی نقل اُسکے اصل کی گواہ ہے۔ اگر دنیا طالبوں نے صوفیانہ لباس زیب تن کر لیا تو یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ حقیقی صوفیا موجود ہیں۔ اگر آج شہوت، عشق کی کھال پہنے پھرتی ہے تو تجھے جان جانا چاہیے کہ یہ کوئی معتبر شے ہے جس کا لوگ روپ دھار رہے ہیں فقط معزز لگنے کے لیے۔

عشقِ مجازی، جس کا تو نے ذکر کیا، اِسی بڑے پیڑ کی شاخ ہے۔ (اشفاق احمد)

شاخ پیڑ کا حصہ ہوتی ہے۔ پس جو عشقِ مجازی تک پہنچ گیا سمجھ کہ وہ حقیقت کے گلی کوچوں میں پہنچ گیا۔ ان راستوں میں بس اُسے ایک رہبر چاہیے جو حقیقت کے محل کی اُسے نشاندہی کرا دے۔

بیٹے! انسان دنیا میں کسی سے محبت کرتا ہے تو اکثر تین وجوہات کی بنا پر۔

حسن، کمال اور احسان۔ حسن کی پذیرائی میں شعرا کے قلم خشک ہو گئے۔ گلوکاروں کے گلے بیٹھ گئے۔ اِس دیوتا کی بندگی میں لوگوں نے دنیا و عقبیٰ قربان کر دیے۔ سو حسن محبت کی ایک

بنیادی وجہ ہے۔

محبت کی دوسری وجہ کمال و ہنر مندی ہے۔ تو دیکھتا ہے کہ کوئی بھی قابل شخص ہے چاہے وہ کرکٹر ہے یا ایکٹر، اُسکے لاکھوں چاہنے والے ہوتے ہیں۔

تیسری محبت کی وجہ احسان ہے۔ اِسی لیے تو دیکھتا ہے کہ احسان مند انسان کے بھی لاکھوں چاہنے والے ہوتے ہیں۔

پس جو عشقِ مجازی کی ان شاخوں پر جا بیٹھا۔ ان گلی کوچوں میں جا پہنچا تو کوئی رہبر، کوئی مرشد اُسے اُس در کی نشاندہی کروا دے گا جو ان تینوں چیزوں میں کامل ترین ہے۔ جس کے حسن، احسان اور کمال کی کوئی مثال نہیں۔ پھر جسے ایسا محبوب میسر آ جائے اُس کے در سے بھلا وہ سر کیوں اُٹھائے۔ اِسی سفر کو عشق ِ مجازی سے عشق حقیقی کا سفر کہتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے۔

سوالی: مرشد! اللہ کی محبت ایک عام شخص کو کیوں نصیب نہیں ہوتی؟

مرشد: بیٹے! جب کوئی شخص درخت پر چڑھتا ہے تو وہ ٹہنیوں پر پاؤں نہیں رکھتا، اُن پر بوجھ نہیں ڈالتا بلکہ وہ مضبوط اور توانا شاخوں یا تنوں پر پاؤں رکھتا ہے کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ یہ نازک ٹہنیاں اُس کا بوجھ نہ سہہ سکیں گی اور ٹوٹ جائیں گی۔

اِسی طرح خدائے کائنات اپنے عشق کی مے کسی نازک دل میں نہیں انڈھیلتا کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ یہ اُس بوجھ کو نہ سہہ سکے گا اور ٹوٹ جائے گا۔ سانسوں کا نگر ہار بیٹھے گا۔ اِسی حقیقت کا کلیجہ عشقِ مجازی کی سینکڑوں داستانوں نے ہمارے سامنے شق کر دیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی محبت میں انسان کس قدر دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے

اور کئی دفعہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ غم ِ فرقت یا مسرت قربت کی شدت سے اُسکا پیمانہ ء دل چور چور ہو جاتا ہے اور وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اگر عیب دار انسان کی محبت میں انسان اِس قدر دیوانہ ہو جاتا ہے تو پھر بے عیب خالق کی محبت کا کیا عالم ہو گا۔ اِسی لئے خداوند اپنی محبت کی مے فقط مضبوط دلوں میں انڈھیلتا ہے۔ جنکا اُسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسکا بوجھ سہہ سکیں گے۔ یہ دل کی مضبوطی ردائے شریعت اوڑھ لینے اور اُس پر قائم ہو جانے سے حاصل ہوتی ہے۔

سوالی: مرشد! میں راہ ء عشق کا راہی بننا چاہتا ہوں۔ مجھے قبول کیجیے؟

مرشد: اے دستِ طلب دراز کرنے والے! عشق و معرفت کی راہیں تجھ سے راہگیروں کی منتظر ہیں۔ سمندر راہ دیکھتے ہیں تجھ سے پیاسوں کی۔ بہاریں تجھ سے پھولوں کی قربت کو ترستی ہیں۔ تجھ سے راہگیروں کی گردِ پا سے بیمار شفا پاتے ہیں۔ تیرے سینے میں علم و معرفت کے وہ خزانے دفن ہیں کہ آنے والی کئی نسلیں تیری فصلوں سے حق شناسی کی بھوک مٹائیں گی۔ اے رفیقِ بزم! اس جوہر کی حفاظت کر۔ ان چشموں پر پہرے دار بٹھا دے۔ شیاطین کے لشکر ایسے ہی مسافروں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ چوکنا ہو جا، آسائشوں کا بستر سمیٹ لے، غفلت کی پٹی آنکھوں پر سے اتار پھینک۔ اور دیکھ! دنیا کی اداؤں پر فریفتہ مت ہو۔ یہ در حقیقت شیطان کی لونڈی ہے۔ اپنی محبت کے جال میں پھانس کر نادانوں کو شیطان کے سپرد کر دیتی ہے۔ یہ تیری وفادار نہیں ہے۔ اِس پر کڑی نگاہ رکھ۔ کوشش کے باوجود اگر تیرے حکم میں نہ آئے تو اِسے تین طلاقیں دے کر احسن طریقے سے رخصت کر دے۔ تیرے حق میں یہی بہتر ہے۔ اے راہگیرِ عشق! جسم و روح کو علم و معرفت سے آراستہ و پیراستہ کر کے

صبر کے تخت پر آرام پکڑ۔ آنکھوں کو عبرت دکھا، زبان کو حلال چکھا، کانوں کو نغمہ ء حق سنا اور ہاتھوں کو ظلم و معصیت سے بچا۔

تیری جہد کی حدود یہی ہیں۔ سامانِ چراغِ حق اسی کو کہتے ہیں۔ اِس چراغ کو جلانے کوئی شمس تیری چوکھٹ پر خود آئے گا اور تیرے سینے کو مانندِ رومی عشق کے نور سے بھر دے گا۔ پھر تیرے نور سے کئی بھولے بھٹکے راہ پائیں گے۔ تشنہ لب پیاس اپنی بجھائیں گے اور تیرے فیض عام سے ایک عالم فیض یاب ہو گا۔

اے میرے عزیز!

سن! ذرا غور سے سن۔ تو ایسے خاص ہے لوگوں کے اِس ہجوم میں جیسے چاند بزمِ نجوم میں۔ تو اپنی حفاظت کر اور شریعت کی روشن راہ پر چل۔ عشق کی راہیں ہر سوالی کے لیے کھلی ہیں۔

سوالی: مرشد! محبت کے بغیر شریعت کا سفر کیسا ہے؟

مرشد: بیٹے! شریعت کا سفر محبت کے بغیر بہت کٹھن ہے۔ سردی کی ٹھٹھرتی راتوں میں تہجد و فجر کے لیے اُٹھنا، رمضان کی تپتی دوپہروں میں پیاسا رہنا۔ خواہشوں کے گلے پر چھری چلانا، زمانے کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا وغیرہ۔

اس راہ میں اگر محبت شریک سفر ہو جائے تو چلنا سہل ہو جاتا ہے۔ زمانے کی لعن طعن سے دل نہیں گھبراتا۔ پتھروں کی برسات بھی سرور دیتی ہے۔ اصحاب رسول کی زندگیاں اِس حقیقت پر حجتِ محکم ہیں۔

سوالی: مرشد! دل کی وادی میں شریر جذبوں نے پڑاؤ ڈال رکھا ہے۔ محبت کا کہیں نشاں نہیں ملتا؟

مرشد: بیٹے! آج محبت کا خزینہ شہوت کے ملبے تلے دفن ہے۔ تو خوفِ خدا کی تپش سے شہوت کو پگھلا کر اِس خزانے تک با آسانی پہنچ سکتا ہے۔

سوالی: مرشد! قرآن میں یہ سب چیزیں واضح طور پر کیوں نہ بیاں کر دی گئیں؟

مرشد: بیٹے! اگر ہر چیز واضح طور پر بیاں کر دی جاتی تو علم و تحقیق کے دروازے بند ہو جاتے۔

سوالی: مرشد! دل کو معصیت کی غلاظتوں سے کیسے پاک رکھا جائے؟

مرشد: بیٹے! تجھے یہ بات ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ گاؤں میں اکثر کام گھر سے باہر نکل کر کرنے پڑتے ہیں۔ پانی لے کر آنا ہے تو کنویں سے، جانوروں سے متعلق کوئی کام ہے تو باہر جانا ہے۔ اِسی طرح کھیت کھلیانوں کے چکر اور دیگر امور۔ سردیوں کی بارش میں مشکلات بڑھ جاتی ہیں۔ جیسے کپڑوں کا بھیگ جانا۔ ہاتھ پاؤں شدید ٹھنڈے ہو جانا وغیرہ۔ پاؤں کو سردی اور چوٹ سے بچانے کے لیے اکثر بوٹ اور جرابیں پہن لی جاتی ہیں۔ ان بوٹوں کے ناقص یا پھٹے ہونے کی وجہ سے اندر پانی چلا جاتا ہے۔

لوگ ایک وقت میں کچھ کام نمٹا کر گھر لوٹتے ہیں اور چولہے پر ہاتھ پاؤں گرم کر لیتے ہیں اور جرابیں سوکھا کر پہن لیتے ہیں۔ پھر بقیہ امور کی انجام دہی کے لیے نکل پڑتے ہیں۔

روحانیت کی دنیا میں قلب کے ساتھ بھی ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔ آج جہاں ہر سو معصیت کے بادل برس رہے ہیں۔ قلب کو گناہوں سے خشک رکھنا بہت محال ہو گیا ہے۔ کہیں سوشل میڈیا پر بے حجاب و نقاب عورتیں، کہیں حرام کے دستر خواں بچھے ہوئے، کہیں رشوت کی گرد پڑتی ہوئی، کہیں ظلم کی ہوا چلتی ہوئی۔ یہ ساری غلاظتیں دل کو پراگندہ حال کر دیتی ہیں جس کا حل ہمیں فطرت سے ملتا ہے۔

جیسے آگ کی تپش جرابوں کو خشک کر دیتی ہے ایسے ہی نارِ جہنم کی تپش کا احساس قلبی غلاظت کو جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔ جس سے دل مکلف و منزہ ہو جاتا ہے۔ دل کو مسلسل پاک رکھنے کے لیے اِس عمل سے اسے متواتر گزارنا ضروری ہے۔

جرابوں کو اگر بار بار خشک کر کے نہ پہنا جائے تو پاؤں خراب ہونے کا یا پھسلنے کا اندیشہ رہتا ہے یا کم از کم سردی کی وجہ سے تکلیف ضرور پہنچتی ہے۔ گناہوں سے بھیگے دل کو اگر خوف کی آگ پر خشک نہ کیا جائے تو اِس سے بے شمار بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں جو انسان کی دنیا کو ذلت آمیز اور آخرت کو تکلیف دہ بنا سکتی ہیں۔

سوالی: مرشد! ایک عام انسان قلب کی پاکیزگی کو کس پیمانے سے چیک کرے؟

مرشد: بیٹے! عموماً ایک بالغ انسان دو کیفیات (شریعت اور شہوت) میں سے کسی ایک میں زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے۔

اگر وہ شریعت کی راہ پر نہیں ہے تو یقیناً شہوت کے گلی کوچوں میں گشت کر رہا ہے اور اگر وہ شریعت کی رسی کو تھامے ہوئے ہے تو بلاشبہ وہ شہوت کی غلاظت سے پاک ہے۔ الا ماشااللہ۔ مختصر دونوں کیفیات کا ذکر کرتا ہوں تاکہ تو اچھی طرح جانچ کر دل کی اصلاح کر سکے۔

پابندِ شریعت اپنے کھانے کے حلال حرام، اُس کی مقدار، دوسرے کے حصے کا خیال اور دیگر امور پر نگاہ رکھتا ہے جبکہ شہوت زدہ انسان مذکورہ بالا چیزوں کی پرواہ کیے بغیر جانوروں کی طرح کھاتا ہے۔ پابندِ شریعت کسی نامحرم کے پیش بہن کا تصور ذہن نشین رکھتا ہے جس سے محبت و شفقت کے پاکیزہ جذبات ابھر کر سامنے آتے ہیں جبکہ شہوت زدہ انسان نامحرم کو اگر بہن کہہ کر بھی مخاطب ہو پھر بھی اُس کے اندر شہوت کی آگ بھڑک رہی ہوتی ہے اور

موقع ملنے پر وہ ظاہر بھی ہو جاتی ہے۔ روز بروز سوشل میڈیا پر وائرل ہونے والے واقعات اِس حقیقت پر حجت ہیں۔ شریعت والا انسان سستی اور کاہلی سے آزاد ہوتا ہے جبکہ شہوت زدہ انسان سستی اور کاہلی کا گڑھ ہوتا ہے۔ سو جائے تو اُسے جگانا مشکل، کام پڑ جائے تو اُسے منانا مشکل۔

بیٹے! اِس حقیقت کو جانچنے کے بہت سے پیمانے ہیں جن میں سے ایک عام میسر پیمانہ یہ ہے کہ جب تو بازار میں نکلے تو نامحرم عورتوں کے بارے میں دل کی کیفیت سے اپنے تقویٰ کو جانچ لے۔

سوالی: مرشد! راہِ حق کا مسافر کیسے بنا جائے؟

مرشد: بیٹے! دامنِ کوہ میں بیٹھا شخص اگر چوٹی پر چڑھنا چاہتا ہے تو اُسے مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ یہی کلیہ راہِ حق کے طلب گار کے لیے ہے۔ جب تک انسان عملاً جدوجہد نہیں کرتا، اُسے خام ارادوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ راہِ حق کا مسافر بننے کے لیے تجھے عمل کے میدان میں اترنا پڑے گا۔

بارھویں شب

(شاعری)

تصوف میں شاعری کا کلیدی کردار رہا ہے۔ اکثر صوفیا شعر لکھتے تھے یا کم از کم شاعری کا شوق ضرور رکھتے تھے۔

مرشد کا شاعری سے لگاؤ اُنکی کتابوں کے ذخیرے سے ظاہر تھا۔ آج میں نے ہمت کر کے اُن سے شاعری لکھنے کے بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے مثبت میں سر ہلایا۔ پھر میں نے اُن سے آج کی محفلِ شب میں شاعری سنانے کی فرمائش کی تو وہ رضامند ہو گئے۔ مرشد کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جو امور شریعت کی رو سے جائز ہیں ان کے معاملے میں سوالی کو "نہ" نہیں کرتے تھے۔ بزمِ شب میں سلام عرض کرنے کے بعد مجمع سے یوں مخاطب ہوئے۔

اے خانقاہ کے ساتھیو! نہ میں شاعر ہوں نہ یہ لفظوں کی الٹ پھیر شاعری ہے کیونکہ شاعری ایک علم ہے اور میں اُس علم سے جاہل ہوں۔ فقط صالح کی فرمائش پر لفظوں کا یہ بے ڈھنگ ملاپ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

غزل

اپنی فطرت ہے ہجر کے موسموں میں عیاش ہو جانا
جل جل کے تیرے غم کی دھوپ میں پاش پاش ہو جانا

سیکھے کہاں سے تُو نے آدابِ مسیحائی اے دلاویز
تیرے بولنے سے رُکے دل میں خلقِ ارتعاش ہو جانا

اور کیا چاہیے زندگی سے تجھے، یہ کم ہے کیا
کسی کی طلب ہو جانا ،کسی کی تلاش ہو جانا

جیت کا راز تو خود پرخود منکشف کر
ہار تو یہ ہے، تیرے پردے کا فاش ہوجانا

کسی نے بھی اظہارِ محبت نہ کیا ہم سے
کیا تقاضہ ہے عشق کا بے باک و اوباش ہو جانا

تم نے سیکھی ہی نہیں عشق کی حقیقت
تمھیں آتا کہاں ہے ذرے سے آکاش ہو جانا

سنگِ ملامت لاکھ برساؤ فقیر ذرا شکوہ نہیں کرتا
کتنا خوب ہے بسمل جیتے جی لاش ہو جانا

☆☆☆

پردیس کے غم

بالآخر مر جانا ہے
لوٹ کے اپنے گھر جانا ہے
پردیس کی مشقت جان لیوا
جلد ہی یہ دریا اتر جانا ہے
دنیا بلا شبہ تو حسین بہت
ہمیں مگر جانا ہے
تو اِک راہگزر ہے
ہمیں آخر گزر جانا ہے
حسنِ ظاہر پہ مان کیسا
اِس گُل کو بھی بکھر جانا ہے
کل کائنات تیری مٹھی میں
بھاگ کر تجھ سے کدھر جانا ہے
یا خدا! نصرت فرما میری
تیرا پیام لیے نگر نگر جانا ہے

☆☆☆

☆☆☆

تو نے دنیا کو نہ چھوڑا تو کیا چھوڑا
خواہشوں کے بت کو نہ توڑا تو کیا توڑا
عمدہ پوشاکیں تو فقط لعابِ ابریشم
تو نے لبادہء عشق نہ اوڑھا تو کیا اوڑھا
تیری ہیبت سے سہمے ہوئے بشر و حشرات
نفس اپنے کو نہ جھنجوڑا تو کیا جھنجوڑا
دریاؤں کو نئے رخ بخشے تیری قوت نے
تو نے آبشارء ہوس کو نہ موڑا تو کیا موڑا
تیرے نظام نے شرق و غرب کو یکجا کیا
کسی شکستہ دل کو نہ جوڑا تو کیا جوڑا

☆☆☆

مرشد: پچھلے سال PSL کے دوران نوجوانوں کے جنون اور غفلت پر ایک شعر۔

نفس میرا خدا، مذہب میرا کھیل تماشا
اے مئوذن نہ ڈال خلل میری عبادت میں

☆☆☆

مرشد: نفس کشی کی جدوجہد میں بارہا ہار پر۔

روز خود سے شرط لگاتا ہوں
روز خود سے ہار جاتا ہوں

☆☆☆

مرشد: روحانیت کی دنیا میں غریبی کسے کہتے ہیں؟ ملا حظہ کیجیے۔

ظاہر میرا بہت عالی ہے، میں فقیر ہوں
ذکر و فکر سے دل خالی ہے، میں فقیر ہوں
اِک منفرد مقام رکھتا ہوں خلقہء دوستاں میں
درِ خدا سے مگر جبیں اُٹھالی ہے، میں فقیر ہوں
دھندلا سا پڑ گیا ہے عکسء دار الخلد
دل دنیا کا سوالی ہے، میں فقیر ہوں
پتے پتے میں زہرِ شہوت پھیلا ہوا
خواہشوں سے لدی ہر ڈالی ہے، میں فقیر ہوں
سنت کا پیرو ہوں، سفید ہے لبادہ میرا
ردائے دل مگر کالی ہے، میں فقیر ہوں
نگاہِ حسرت سے دیکھتی ہے دنیا مجھے
جائیداد بہت بنا لی ہے، میں فقیر ہوں
خدمتگار پھرتے ہیں دلپسندانہ مشروب اُٹھائے

کاسئہ چشم مگر خالی ہے، میں فقیر ہوں
لفظوں کو ترتیب دیتا ہوں داد کی طلب میں
شاعر میری مثالی ہے، میں فقیر ہوں
کوئی ہے جو مجھ ننگ بدن کو بھیک دے
شہرِ دل میں خشک سالی ہے، میں فقیر ہوں

☆☆☆

غزل

دفن ہو کر جسکے قدموں میں مجھے شجر بننا ہے
کوئی تو ہو گا جسے میرا ہمسفر بننا ہے
حوضِ نجس پر برس کر متعفن کرتا رہا خود کو
بطنِ ماہی میں اتر کر اب مجھے عنبر بننا ہے
ناداں ہی دل لگائے گا قیام گاہِ چند روزہ سے
اے ہم نشیں! میں راہرو ہوں تجھے زادِ رہگزر بننا ہے
زندگی خوف و خطر سے کب خالی ہوئی ہے
ہے اُسکے ہاتھ میں بھی خنجر جسے رفو گر بننا ہے
کون ہے جو تیری بزم کے سوا مہکے

پھول جو شاخ سے بچھڑا اُسے خاکستر بننا ہے
حرام دراصل بارِ خام ہے نہ توڑ اِسے ناداں
تپشِ صبر سے مےء غلیظہ کو مے اطہر بننا ہے
عشق ہی دے گا تجھے استقامت بسمل
اِسی طریق سے لہر کو بھنور بننا ہے

☆☆☆

غم کی تصویر بنا بیٹھا ہوں
ہوں نہیں، فقیر بنا بیٹھا ہوں
ہاتھ سے ہیرا پھسلتے دیکھا تو نے
تیرے خواب کی تعبیر بنا بیٹھا ہوں

☆☆☆

مرشد: کروناوائرس کی وجہ سے جب مسجدیں بند کر دی گئیں۔

تم نے بند کیں مسجدیں موت کے خوف سے
ہم تو پل پل مرتے ہیں بند درِ دوست دیکھ کر

☆☆☆

موجودہ دور کے تلخ حقائق

میرے سکول درس و تدریس سے خالی ہیں
میرے مدرسے قرآن و حدیث سے خالی ہیں
اساتذہ جہالت کی چھڑی سے ہانکتے ہیں
طفل بیتِ نور و ہدایت سے پھلانگتے ہیں
کتابوں میں غازیانِ افرنگ کی مثالیں ہیں
سراپاء کفر وجود ، فقط محمدیؐ کھالیں ہیں
نسلِ نو قرآن و سنت سے بیزار ہے
نفس انکا خدا، شیطان انکا سالار ہے
کیونکر پھوٹے کسی شاخ سے کونپلِ نور
رکھا ہے شجر کو جو چشمہء ہدایت سے دور
دل کے آئینوں پر پڑی ہے گرد

بحر ہوس میں غوطہ زن ہے مرد
عورت راہء مغرب پہ رواں ہوئی
تاجِ سر مرد تھی، کوڑا داں ہوئی

☆☆☆

مرشد: حضور پاک ﷺ کی شانِ اقدس میں ادنیٰ سا ہدیہ۔

اے محمدؐ سا کوئی تو سامنے لاؤ ذرا
مہ و پرویں، گلِ عنبریں کو بلاؤ ذرا
آپؐ کی جدائی میں رو پڑا ممبرء بے جاں
اے قمر! تم بھی تو کسی کو رُلاؤ ذرا
لعابِ اقدس سے شفا پائی اصحاب نے
اے اطباء! تم بھی تو یہ دوا آزماؤ ذرا
تھی خوشبو پسینے کی عود و عنبر سے عمدہ
دنیا والو! ایسا جسدء اطہر تو دکھاؤ ذرا
شجر بھی آیا چل کے آپؐ کی دید کو
ہے ایسا پرکشش کوئی تو بتاؤ ذرا
سر راہ سلام کرتے تھے پتھر بھی آپؐ کو

ہے ایسا کوئی صاحبِ عظمت تو دکھاؤ ذرا
آبِ وضو زمیں پر گرنے نہ دیتے تھے اصحاب
ایسی محبت کی مثال ہے تو بتاؤ ذرا

☆☆☆

دل میرا کسی کی تو پھونکوں نے بجھایا ہے
یہ مت کہہ کہ ہوا کے جھونکوں نے بجھایا ہے
بہت غور سے دیکھا ہے خود کو
بہت غور سے کس نے بنایا ہے
کیوں نہ بن سنور کے جاؤں مسجد کو
اتنے پیار سے تو اُس نے بلایا ہے
کوئی دیکھا تم نے محمدؐ کے سوا
پتھر کھا کر بھی جو مسکرایا ہے
آندھیوں نے بھی اُسکی بیعت کر لی
وہ تنکا جو پائے محمدؐ میں آیا ہے
دل کے بند دریچے کھلنے لگے
جب سے اسمِ محمدؐ گنگنایا ہے

☆☆☆

مرشد: غزل کے چند اشعار۔

بجھ گئی شمع اگر، پروانوں کا کیا ہو گا
محفل سے اُٹھ جانے والے، دیوانوں کا کیا ہو گا
کاٹ رہا ہے وہ گردنیں شمشیرِ نگاہ سے
نہ رُکی یہ آندھی تو آشیانیوں کا کیا ہو گا

☆☆☆

غزل

دل کے مر جانے پہ ماتم کیوں نہ کروں
احساس کے گزر جانے پہ ماتم کیوں نہ کروں
وہ میرا نصیب تھا، رگ جاں سے قریب تھا
اُسکے بچھڑ جانے پہ ماتم کیوں نہ کروں
میں خمار میں تھا، عشق کی بہار میں تھا
یہ نشہ اتر جانے پہ ماتم کیوں نہ کروں
تھی زینت میرے وجود کی عشق و مستی سے
یہ موتی بکھر جانے پہ ماتم کیوں نہ کروں

ہائے وہ تعظیمِ خاکِ پائے یار کی لذت
اپنے سدھر جانے پہ ماتم کیوں نہ کروں
پھیل گئی وحشت و ویرانی غروبِ وصال سے
سنگتِ شمس و قمر جانے پہ ماتم کیوں نہ کروں
میں جل، کٹ کے درِ یار تک پہنچا تھا
رُخ اُسکا پھر جانے پہ ماتم کیوں نہ کروں
غمِ ہجر و لذتِ وصال میرا کل سرمایہ تھا
یہ گلستاں اجڑ جانے پہ ماتم کیوں نہ کروں

☆☆☆

رگوں میں بہتا ہو ایماں اگر مثلِ موسیٰؑ
دریا دولخت کر سکتی ہے ضربِ عصا

☆☆☆

مرشد: فرقہ پرستوں کی اصلاح۔

پاسداریِ وحدانیت پہ توہین کا الزام دیتے ہیں
چھوڑ کر عقل کو نجانے کسی چیز سے کام لیتے ہیں
خود ساختہ معیارء محبت پہ ڈٹے ہوئے ہیں

دل انکے گردِ معصیت سے اٹے ہوئے ہیں
عجب بات ہے قصے کہانیوں پر چلتے ہیں
چھوڑ کر شریعت کو پانیوں پر چلتے ہیں
انکے معیار پر نہ اترا جو، ایمان سے گیا
قصہ مختصر، دونوں جہاں سے گیا
دفاعِ جہالت میں علمِ شمر و یزید کی مثال دیتے ہیں
ترکِ عبادت کا پوچھو تو انجامِ ابلیس سے ٹال دیتے ہیں
علماء تک کو الزامِ کفر سر بازار دیتے ہیں
مانند یہود خود کو برگزیدہ قرار دیتے ہیں
یا خدا! اُمت کو ایسی جہالت سے نکال دے
حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت پر ڈال دے

☆☆☆

مرشد: محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیرخان کی وفات پر۔
موڑے رُخ جس نے آندھیوں کے وہ شاخ مرجھا گئی آخر
اِس ملک کو زندگی بخشنے والے تجھے بھی موت آ گئی آخر

☆☆☆

مرشد: عمدہ مرہم۔

غم و غصے کو پی لیجیے
زخم آنسوؤں سے سی لیجیے

☆☆☆

جلتا ہوں مانندِ شمع مگر سویرا نہیں ہوتا
ہے میرے دل، جان، جگر کیوں تو میرا نہیں ہوتا

☆☆☆

مرشد: اے خدا

تنکا ہوں مگر تند ہواؤں سے لڑ جاتا ہوں
تیرے سہارے دنیا کے خداؤں سے لڑ جاتا ہوں
درِ غیر پر سجدہ گزاری سے نا آشنا جبیں اپنی
نام تیرا لے کر خزاؤں سے لڑ جاتا ہوں

☆☆☆

مشورہ

نہ نکلیے غلامیءِ خدا سے خدا را
پا کر غلبہ، نفس ذرا رحم نہیں کرتا

☆☆☆

مرشد: یقین اور حضرت موسیٰؑ کا معجزہ۔
رگوں میں رواں ہو یقیں مثلِ موسیٰؑ
دکھاتا عصا ہے کرشمے کیا کیا

☆☆☆

مرشد: غزل کے چند اشعار۔
جلاتا ہوں چراغِ دل آنسوؤں سے
شناسا نہ ہوا پھر بھی منزلوں سے
تراشوں کا نئی راہ اب سوئے منزل
ہوا رخصت یقیں میرا، رہبروں سے
نہ دیکھا اب تلک ہم نے کوئی معجزہ یاں
اُٹھا کوئی فضیلؒ سا اِن رہزنوں سے
چمن ہو گا لہو آلود اپنے ہاتھوں

کمک و امداد مانگی ہے دشمنوں سے
سکینت کا خزینہ ہیں اہلِ ایماں
ہے چمکا دل میرا، انھی آئینوں سے

☆☆☆

انسان کو اگر سجدہ جائز ہوتا
میں تیرے در پہ جبیں رکھتا

☆☆☆

حرام نہ کی ہوتی خود کشی تو نے اگر
ہم نے کب ٹھہرنا تھا اِس درد بھری دنیا میں

☆☆☆

مرشد: "ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔" (قرآن۔2:165)

اِس آیت کی تشریح میں۔

دل نے ابھی تک اُسے جانا ہی نہیں

محبت کیسی؟

محبت میں شدت کہاں؟

اور قرآن بھی حق سچ

پھر کیسے نہ کروں اپنے ایمان پہ شک

☆☆☆

☆☆☆

مرشد: اے خانقاہ کے ساتھیوں! میں نے خدائے بزرگ و بابرکت کے مقدس ناموں پر لکھنے کی جسارت کی تھی۔ اب تک صرف آٹھ کی توفیق ہو سکی جو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

البارى

یہ کون ہے جو بطنِ صدف میں موتی بناتا ہے
یہ کون ہے جو گل و بار کو خوشبو پلاتا ہے
یہ کون ہے جو مہ و انجم سے آسماں سجاتا ہے
کافر کا ہے گماں کہ یہ نظامِ خود کاری ہے
سمجھ سکا نہیں، حقیقت سے عاری ہے
حیراں ہے عقل، دل یہ ہیبت طاری ہے
نفاستِ تخلیق کہہ رہی ہے کہ البارى ہے

☆☆☆

المصور

یہ کون ہے جو نسترن میں عمدہ رنگ بھرتا ہے
یہ کون ہے جو نافِ ہرن میں مُشک اتارتا ہے

یہ کون ہے جو چھاتیوں سے دودھ ابھارتا ہے
یہ کون ہے جو سوسن کی پتیاں سنوارتا ہے
خود محجب ہے، با حجاب اُسکی ہر تدبیر
پنہاں رازوں کو احاطہ کر نہیں سکتا ضمیر
قلمِ کن سے کھینچا اُس نے نقشہء تقدیر
کام اُس کا معتبر، نام اُسکا المصور

☆☆☆

المالک

یہ کون ہے پاک ہر نقص سے جسکی بات ہے
یہ کون ہے جسکی زیرِ نظر کل کائنات ہے
یہ کون ہے جسکی قدرت میں موت و حیات ہے
یہ کون ہے جو الماجد و مجیب الدعوات ہے
سر گرداں جسکی تلاش میں ہر پیر و سالک
وہی مطلوب سب کا، وہی منزلِ مسالک
عطا جس کی سلطانی، غضب جسکا مہلک
وہی سب کا آقا و مولا، وہی المالک

☆☆☆

الخالق

یہ کون ہے جو پنچھیوں کو اُڑنا سکھاتا ہے
یہ کون ہے جو موسموں کا گھڑیال گھماتا ہے
یہ کون ہے جو پارچہء لحم سے بلواتا ہے
یہ کون ہے جو شکافء جسم سے سنواتا ہے
سماتی نہیں خانہء فہم میں تدبیر اتالیق
صدائے نمل سننے سے بہرے ہیں حکیم و محقق
بے بس پھرتے ہیں موت کے آگے طبیبِ حاذق
یکتا ہے مگر سب کرتا ہے الخالق

☆☆☆

الجبار

یہ کون ہے جو جوشِ بحر کو لگام دیتا ہے
یہ کون ہے جو جنسِ عدم کو دوام دیتا ہے
یہ کون ہے جو رزق صبح و شام دیتا ہے

یہ کون ہے جو امورِ کل سرانجام دیتا ہے
جس کی حکمت سے پیراستہ ہوئے باغ و بہار
جس کے اذن سے گرتے ہیں برگِ اشجار
جس کی دسترس میں ہے گردش لیل و نہار
صفات جس کی بے شمار، وہ ہے الجبار

☆☆☆

المھیمن

یہ کون ہے جو سرگوشیٔ شب سے باخبر ہے
یہ کون ہے جو مجیب ندائے سحر ہے
یہ کون ہے جو نگہبانِ بحر و بر ہے
یہ کون ہے جو موجدِ عود و عنبر ہے
وہ جو سلسلہء موت و حیات کا ضامن
جس کا عرش تھامے ہوں گے ملک ثامن
عطا کیے جس نے سلیمانؑ کو لشکر انس و جن
وہی تو ہے قادر مطلق، وہی المھیمن

☆☆☆

العزیز

یہ کون ہے جس کے لشکروں کو شکست نہیں
یہ کون ہے کسی شے سے جو انجان و مست نہیں
یہ کون ہے جو کسی حال میں بھی پابست نہیں
یہ کون ہے جس سا کوئی زبردست نہیں
گداؤں کو شاہ، شاہوں کو کرے بے دہلیز
جس کے ہاں مثلِ ذرہ لشکروں کی قوت و تجہیز
جس کے مقابل کام آتی نہیں کوئی تدبیر و تجویز
جس کی مثل کوئی ذات نہیں، وہ ہے العزیز

☆☆☆

الرحمٰن

یہ کون ہے جو سرکشوں کو بھی "یا عبادی" پکارتا ہے
یہ کون ہے جو رحمتوں کے لشکر شب و روز اُتارتا ہے

یہ کون ہے جو انتظارء عباد میں وقتء سحر گزارتا ہے

یہ کون ہے جو دلوں میں محبت و رحمت ڈالتا ہے

نہیں محروم جس کی عطا سے سرکش و نافرمان

ہیں جس کی رحمت سے تر بتر زمین و زماں

کسی سوالی کو کرتا نہیں جو نادم و پشیماں

وہی تو ہے معبودِ حقیقی، وہی الرحمٰن

☆☆☆

تیرہویں شب

(شاعری)

خانقاہ کے ساتھیوں نے آج بھی شاعری کی فرمائش کی تو مرشد نے اپنی شائع شدہ شاعری اُنکے گوش گزار کی۔

مرشد: محترم برگیڈیر (ریٹائرڈ) جاوید احمد ستی کے نام۔

جب آنکھ کھولی جہالت کے ڈیرے تھے
شمع حق گُل تھی ہر سو اندھیرے تھے
تھا میسر ہمیں در پہ روغن و یاغ
پھر بھی خشک رکھے ہوئے تھے بطنِ چراغ
برگ و لالہ میں نہ تھا امتیاز کسی کو
میسر آتا کیسے مقامِ فراز کسی کو
سکوں تلاشتے تھے بے جا خرچی میں، گیتوں میں
الجھے ہوئے تھے سب دیرینہ و فرسودہ ریتوں میں
کہیں چلتی تھی رشوت، کہیں اشجار کٹتے تھے
نافرمانیء خدا میں اپنے لیل و نہار کٹتے تھے

روشنی ہم سے کوسوں دور رہتی تھی
چوکھٹ چوکھٹ سے دھارِ ظلمت بہتی تھی
پھر مرشدِراہ لوٹ کے آئے چمن میں
سمیٹ کے لائے رشد و ہدایت دامن میں
حالات نے پلٹا کھایا خدا مہرباں ہوا
کِھل اُٹھی کلیاں رنگا رنگ گلستاں ہوا
حق شناسی کے چراغ ہر سو جلنے لگے
ہدایت کے سائے میں طفل پلنے لگے
سرکش سرکشی و تباہی سے رک گئے
مردِ کوہستاں کے پیش ادباً جھک گئے
مے بازوں کو کوزہ و صدف مل گیا
بھٹکے ہوؤں کو شعورِ ہدف مل گیا
زخمِ دشت بھرنے لگے، اشجار محفوظ ہوئے
کاوشِ مردِ مجاہد سے گل و گلزار محفوظ ہوئے
تھے جو بے سہارا اُنھیں سہارا مل گیا
ناداروں کو غم و مفلسی سے چھٹکارا مل گیا
اجڑا ہوا بھہند پھر سے آباد ہوا
کہوٹہ کا ہر فرد قیدِ ظلمت سے آزاد ہوا

کوئی بھی رت ہو گل ولالہ کھلے رہتے ہیں
اہل چمن کے دامن و گریباں سلے رہتے ہیں
فرسودہ و بےجا ریتوں کی شام ہو گئی
صدائے قرآن و سنت یہاں عام ہو گئی
آپ ہی کی کاوشوں سے چمن میں بہار آئی
آپ ہی نے تو ہر جا ہدایت کی شمع جلائی
آپ کی تعریف ہو کیسے بیاں اب
کہ کوزے میں سماتا ہے سمندر تک
دیں کے نگہباں، آپ کو میرا سلام
اے مردِ کوہستاں، آپ کو میرا سلام

☆☆☆

خدا

شمس و قمر میں خدا ہے
شاخ و شجر میں خدا ہے
جدھر دیکھا اسے پایا یارو
بحر و بر میں خدا ہے
ہر پہر بس اسی کی مہک

شام و سحر میں خدا ہے

فقط بت پرستی کفر ہے

وگرنہ پتھر پتھر میں خدا ہے

امر اپنے درست رکھو لوگو

گھر گھر میں خدا ہے

صدائے رم جھم کہتی ہے

خشک و تر میں خدا ہے

چال میں اعتدال رکھنا

ہر رہگزر میں خدا ہے

گناہ کیلئے جا نہیں ملتی

نگر نگر میں خدا ہے

کیسے نہ دیوانہ وار لپکوں

ندائے فجر میں خدا ہے

ذرا دشوار نہیں اسے ڈھونڈنا

ہر چشم تر میں خدا ہے

جہاں بھٹکو اسے پکار لینا

ہر لب و نکر میں خدا ہے

کون سی جا جہاں نہیں وہ

پوچھتے ہو مندر میں خدا ہے؟
نگاہِ دل سے دیکھو کبھی
ہر خشک و تر میں خدا ہے
ادب سے پیا کرو ناداں
جام و ساغر میں خدا ہے
اے بادہ خوار چھپنا ممکن کہاں
بادہ و خمر میں خدا ہے
نہ ہو غافل اوقاتِ نماز سے
ندائے اللہ اکبر میں خدا ہے
نہ کر حق تلفی کسی کی بھی
ہر اکبر و اصغر میں خدا ہے
پتا نہیں گرتا مگر وہ جانتا ہے
ہر شاخ و شجر میں خدا ہے
ہیں سب رنگ اسی ذات کے
بے نور و انور میں خدا ہے
سنتا ہے خفیہ تدبیریں
دیوار و در میں خدا ہے
نہ جان خود کو تنہا کبھی

کل دہر میں خدا ہے
سبحان اللہ سبحان اللہ
گل و عنبر میں خدا ہے
کوئی جسد خالی نہیں اس سے
دلِ خشک و تر میں خدا ہے
نہ کر نفرت کسی سے بھی
محب و متنفر میں خدا ہے
غم و مسرت میں پکارو اسے ہی
ساحل و بھنور میں خدا ہے
کہو سبحان اللہ واہ کی بجائے
ہر اہلِ ہنر میں خدا ہے
نفاستِ تصنیف و تصویر بتا رہی
کہ مصنف و مصور میں خدا ہے
جب کیا تدبر تو جانا کہ
ہر ضعیف و کم عمر میں خدا ہے
بحرِ حقیقت میں اتر کے دیکھ ذرا
رخِ اسود و احمر میں خدا ہے
سنا رہی ہے رغبت و کشش

جبیں کے جھومر میں خدا ہے
پتی پتی اسی کی نغمہ خواں
گلِ خشک و تر میں خدا ہے
اسی سے بنتے ہیں حروف و جملے
شد و مد، زیر و زبر میں خدا ہے
اس سے گفتگو ہو رہی ہو جیسے
قرآں کی ہر خبر میں خدا ہے
ہیں بے شمار روپ اس کے
صابر و صبر میں خدا ہے
عاجزی ہے مخلوق کیلئے
پھیلے ہوئے ابر میں خدا ہے
بندے سے جدا نہیں ہوتا
دہر و قبر میں خدا ہے
حیا آتی ہے گناہوں سے بسملؔ
مجھ بندۂ کمتر میں خدا ہے

☆☆☆

حمد

مکانِ دل کے مکیں تو کہاں ہے
اے حسن آفریں تو کہاں ہے
کوئی سندیسا ہی بھیج کہ قلب کو قرار آئے
خدائے روح الامیں تو کہاں ہے
میں تیری دید کی طلب میں سرگرداں کو بہ کو
یا رب العالمیں تو کہاں ہے
راہوں میں کرچیاں اور میں برہنہ پا
مالکِ زمان و زمیں تو کہاں ہے
تشنگی سے جل رہے ہیں قلب و نظر
تڑپ رہی ہے جبیں تو کہاں ہے
مجھ میں رہ کر مجھ سے پردہ
اے جاں آفریں تو کہاں ہے
نہیں محبوب کوئی کامل تجھ سا
اے محسن و حسیں تو کہاں ہے

مغرب زدہ مسلم

پڑھتا ہوں قرآنِ مغرب
سنتا ہوں اذانِ مغرب
کچھ جدید ہو گیا ہوں
بولتا ہوں زبانِ مغرب
گلِ عرب ہے خزاں رسیدہ
خوب ہے مگر گلستانِ مغرب
حور و مے تو اِدھر ہے
مُلا ناآشنائے شانِ مغرب
نگہ تشنہ کو مسیحا مل گیا
کھلا ہے گریبانِ مغرب
اَب و جد میرے اُمی
آزاد خیال باغبانِ مغرب
اکھیڑ کر پرِ عرب بسمل
لگا لیا بادبانِ مغرب

دہشت گرد

نہ جھکا جو درِ مغرب پہ دہشتگرد ٹھہرا
خونِ مسلم حبِ دنیا میں بے جوش و سرد ٹھہرا
بادِ مغرب اس کوچے میں ہے آج زوروں پر
عورتیں برہنگی پہ مائل، ہوس کا پجاری مرد ٹھہرا
نہ ہمت کسی میں کہ ہوائے کفر کے مقابل ٹھہر سکے
پتہ پتہ اس شجر کا بے جاں و زرد ٹھہرا
فرعون کے ہاتھوں بک گئے اُمت کے امام اکثر
نظامِ کفر کا شیدائی ملت کا فرد فرد ٹھہرا
گلشن گلشن خوب پزیرائی ہوئی تہذیبِ مغرب کی
دستورِ قرآن و سنت چمن چمن رد و مسترد ٹھہرا

☆☆☆

مغرب زدہ مسلم

شاہد ہے زمانہ کہ اہلِ ایماں نہ بکے
بک گیا شہر سارا چند گلستاں نہ بکے
امت ساری نے اوڑھ لی نفاق کی ردا
خاطرِ زر کی تار تار عشاء و اشراق کی ردا
درِ مغرب پہ ہر پیر و جواں نے جبیں رکھی ہے
یہی قبلہ و کعبہ سجدے کیلئے یہی زمیں رکھی ہے
بنتِ اسلام تہذیبِ مغرب سے آشنا ہو گئی
کر کے چاک ردا اپنی برہنہ ہو گئی
امریکہ کی بندگی میں جینا عبادت ہے اپنی
امریکہ کی بندگی میں مرنا شہادت ہے اپنی
ہم سگِ دہر مغرب کی گرفت میں رہتے ہیں
ٹھکرا کر پیماں تیرے انکی بہشت میں رہتے ہیں
مغرب زدہ مسلمِ نامرد کو درکار ترکِ جہاد کے فتوے
اسی لیے تو لگا رہا ہر مردِ مجاہد پہ الحاد کے فتوے
بادہِ ایماں بہہ گیا خالی ساغر و جام پڑے ہیں
پی کے مےِ مغرب بے سدھ اُمت کے امام پڑے ہیں

پیر و جواں تہذیبِ مغرب کے مرید ہو گئے ہیں
چھڑا کر جاں قرآن و سنت سے جدید ہو گئے ہیں
بوئے جہالت سی آنے لگی قرآن و سنت سے
چھین لیا ابلیس نے عشق تیرا اُمت سے
آپؐ کی اُمت نے جلا لیے بغاوت کے چراغ
قرآن و سنت سے بغض و عداوت کے چراغ
سر میں اٹھتا ہے درد تیری اذانوں سے
بہلتا ہے دلِ مسلم اب تو گانوں سے
مغرب زدہ بھائی جسم فروش بہن سے خوش ہے
پدر پسر کے خلافِ سنت رہن سہن سے خوش ہے
کیفیتِ ایماں یہ ہوئی جیسے طاقِ مزار پہ رکھا دیا
جب چاہا جلا لیا جب چاہا بجھا دیا

☆☆☆

دلِ مسلم زنگ آلود ہوئے

اپنوں ہی کی وار سے ناقص ہوا اسلام دیکھتے دیکھتے
یا خدا خاک میں مل گیا تیرا حکم و کلام دیکھتے دیکھتے
آئینِ قرآن و سنت سے بوئے جہالت سی آنے لگی ہمیں
تماشہ سا بن گیا تیرا دستور و نظام دیکھتے دیکھتے
درِ کفار پہ سجدہ ریز ہیں اکثر امراء اسلام
چند برسوں سے بدل گیا اپنا رازق و امام دیکھتے دیکھتے
تہذیبِ مغرب سے کچھ عشق سا ہونے لگا ہمیں
بدل گیا اپنا محورِ سجود و قیام دیکھتے دیکھتے
دستِ یزید پہ بیت کر لی بیشتر امراء اسلام نے
اور حسینؑ پر لگ گیا دہشت گردی کا الزام دیکھتے دیکھتے
کہا جسے کفار نے دہشتگرد ہم نے فوراً قبول کیا
نافذ ہوا یہاں کفر کا حکم و نظام دیکھتے دیکھتے
اے خدا یہ منافق نہ روک سکیں گے بسملؔ کا قلم
تیرے حکم سے پھیلے گا ہر سو میرا پیغام دیکھتے دیکھتے
جونہی چھوڑا تجھے معتبر ہوئے سگ گلیوں کے ہم سے
جیسے دستِ ساقی سے پا میں گرا ہو جام دیکھتے دیکھتے

بیت المقدس کے معاملے میں امت کی بے حسی

شاخِ محمدیؐ سے ٹوٹے تو مقیدِ خزاں ہو گئے
خوار و رسوا اب تو زمانے میں مسلماں ہو گئے

کہیں اتحادیِ کفار بن کر قتل ہوئے
تو کہیں فرقوں کی جنگ میں ہلکان ہو گئے

خاکستر ہوئی وہ شان جو عطا ہوئی تھی
بوجہ ہم تارکِ سنت و قرآں ہو گئے

توحید تو فقط عقیدے کی بات رہ گئی
عملاً ہم ہزاروں کے ساجد و تسبیح خواں ہو گئے

کر فرشتوں سے اپنے قبلہ و کعبہ کی نگہبانی
جذبہِ جہاد و ایماں سے خالی مسلماں ہو گئے

ایسا سحر چلا ابلیس کا تیرے بندوں پر
دیں سے تیرے بدظن سب پیر و جواں ہو گئے

حیف کہ ہم نے تیرے عشق کا ثمر بھلا دیا
مٹے جو تیرے نام پہ وہ جاوداں ہو گئے

☆☆☆

وزیرستان

میرے وزیرستان میں محمدِ عربیؐ کا دیں زندہ ہے
مسجدیں آباد ہیں، خوفِ رب العالمیں زندہ ہے
ہوائے مغرب نہ چھین پائی ردائے نسواں
یہاں حیائے بنتِ رسول الامیں زندہ ہے
مفلسی میں بھی دستِ سوال دراز کرتا نہیں کوئی
رزاقیتِ خیرالرازقین پہ جذبہ یقیں زندہ ہے
سر کٹا لئے مگر نہ کی بیعت دستِ یزید پر
دلوں میں جہاد و ایماں کے مہ و پرویں زندہ ہیں
ہوائے مغرب کی ضد ہے کہ اندھیرا کر کے چھوڑوں گی
چراغِ محمدی ڈٹے ہوئے ہیں، بزمِ رنگیں زندہ ہے

☆☆☆

چودھویں شب

(قلبیِ سکون، خدا کی محبت، نفس کی سرکشیاں، بد نظری، جنسی کج روی، زندگی کے شب و روز، مصائب میں حکمت، ذکر و فکر اور خواہشات)

سورج کی کرنیں کھڑکی سے یا کسی شگاف سے جب کمرے میں داخل ہوتی ہیں تو ہوا میں کچھ ذرات معلق نظر آتے ہیں جو عام حالات میں پسِ حجاب ہوتے ہیں۔

مومن روحانیت کے اُس مقام پر ہوتا ہے جہاں سے وہ بیشتر ایسے معاملات دیکھتا ہے جو عام انسان کی آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ لوگ اُس کو علمِ غیب کا نام دیتے ہیں اور پھر اِس پر بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ معاملہ دراصل قلبی حجابات کا ہے۔ جوں جوں حجابات ہٹتے جاتے ہیں غیب حاضر میں بدلتا جاتا ہے۔

مرشد اُن لوگوں میں سے تھے جنکی قلبی بصیرت بہت تیز تھی۔ وہ ایسے قرآن و حدیث کی روشنی میں وعظ کرتے تھے جیسے کسی کتاب سے دیکھ کر پڑھ رہے ہوں۔ وعظ کا حرف حرف یوں ترتیب دیا ہوتا تھا جیسے کسی ادیب نے رات کی تنہائی میں بیٹھ کر کوئی کلام بڑی باریک بینی سے لکھا ہو۔

آج کی محفلِ شب میں مریدین کی تعداد خاصی زیادہ تھی اور یہ تعداد بتدریج بڑھ رہی تھی۔ اِسکی وجہ عام فہم ہے کہ جب رات کی تاریکیوں میں بیشتر چراغ گُل ہو جائیں تو باقی ماندہ

چراغوں پہ پروانوں کا ہجوم پڑنے لگتا ہے۔ خدا ایسے چراغوں کو ہمارے لیے جلتا رکھے تا کہ ہم کہیں تاریکی میں ہدایت کی راہ سے بے راہ نہ ہو جائیں۔ (آمین)

سوالی: مرشد قلبی سکون کیسے حاصل ہو؟

مرشد: بیٹے! اِس کی بنیاد یہ ہے کہ پہلے تو اِس بات کی کھوج لگا کہ مالک نے قلبی سکون کس شے میں رکھا ہے۔ پھر اُس پر پختہ ایمان لے آ تا کہ تیری جستجو کامل ہو جائے۔ اگر نفس حیلے حوالوں سے کام لے اور کہے کہ ایسا کیوں ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بندہ ایک گھر کا مالک ہوتے ہوئے جہاں بہتر سمجھتا ہے، چیزوں کو وہاں رکھتا ہے، کرسیاں، میز، الماری، صندوق وغیرہ۔

اِسی طرح اللہ نے دنیاومافیھا کو پیدا کیا اور ہر شے کو منفرد کام سونپ دیا۔ بیشتر چیزوں کو انسان کی خدمت پر مامور کر دیا۔ جیسے پانی انسان کی پیاس بجھاتا ہے۔ کھانا بھوک مٹاتا ہے، آنکھ دیکھنے کے کام آتی ہے اور زبان بولنے کے لیے وغیرہ۔ اسی طرح قلبی سکون اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد میں رکھ دیا۔ فرمایا: "اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں"۔ (13:28)
لیکن ہم لاعلمی، غفلت اور آسائش پرستی کی وجہ سے وہ سکون دولت، شہرت، شہوت اور دنیا کی باقی لذتوں میں ڈھونڈتے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہوا جیسے آپ کو پیاس لگے تو آپ کھانا کھانا شروع کر دیں یا بھوک لگے تو پانی تلاش کرنا شروع کر دیں۔ یقیناً ایسی حرکات کے مرتکب شخص کو لوگ پاگل ہی کہیں گے۔

بس تم اللہ کے ذکر کو لازم پکڑو، قلبی سکون نصیب ہو جائے گا۔

سوالی: مرشد! کوشش کے باوجود خدا کی محبت کا پیڑ پروان نہیں چڑھتا۔ کس آب و غذا سے اِس کی افزائش ہو سکے گی؟

مرشد: بیٹے! تمھیں اُس خدائے رحیم و کریم سے جبری محبت کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ اُسے تلاش کرو۔ بس جب وہ مل جائے گا تو اس سے محبت کیے بغیر رہ نہ سکو گے۔

Questioner: What is the role of fear in shaping our relationship with God?

Murshid: Dear! Fear of God takes you to the start point of long journey of love.

سوالی: مرشد کئی مرتبہ ہم کسی بد عمل کا انجام جانتے ہوئے بھی اُس سے رک نہیں پاتے۔ اِسکی کیا وجہ ہے؟

مرشد: بیٹے! جب کوئی باغی بچہ گھر سے روٹھ کر نکلتا ہے تو ماں اُسے چیخ چیخ کر پکارتی ہے کہ گھر کو چھوڑ کر مت جاؤ اور انجام بھی اُسکے سامنے ہوتا ہے لیکن اُسکی سرکشی اُسے رکنے نہیں دیتی۔

نفس کا بھی یہی حال ہے۔ جب گناہوں کی وجہ سے توانا ہو جاتا ہے تو انسان کو سرکشی کے لیے ابھارتا رہتا ہے۔ عقل چیخ چیخ کر ماں کی طرح پکارتی ہے مگر اُسے کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ اُسکے سامنے ہر قسم کے دلائل رکھتی ہے، جنت کی نعمتیں، جہنم کا خوف، قرآن و حدیث، مگر سب بے سود۔ نفس اپنی خواہش کے حصول کے لیے ڈٹ جاتا ہے اور انسان بے بس سا ہو کر رہ جاتا ہے۔

سوالی: مرشد! بد عملی کی وجہ تو معلوم ہوگئی اِسکا حل بھی بیان کر دیجیے۔

مرشد: بیٹے! اگر سرکشی نفس کی قوت و عظمت سے جنم لیتی ہے تو اِسکی دوا نفس کی ذلت میں ہے۔ نفس کی خواہشوں کو یوں ٹھکرا دے جیسے کوئی متکبر شخص سائل کا کشکول حقارت سے اُٹھا پھینکتا ہے۔ مگر ہاں اِسکی جائز ضرورتیں ضرور پوری کر کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔"

سوالی: مرشد! اسلام نامحرم کو دیکھنے سے کیوں روکتا ہے؟

مرشد: بیٹے! جب تو ایک نامحرم کو دیکھتا ہے تو اُسکا عکس تیرے دل میں نقش ہو جاتا ہے۔ پھر تیرا جی چاہتا ہے کہ اُسے دیکھتا ہی رہے، دید کے سبو لبوں سے لگائے رکھے مگر ایسا ممکن نہیں۔ ایک بادشاہ بھی یہ نہیں کر سکتا کہ جہاں بھر کے حسینوں کو اپنے دربار کا پابند کر دے۔ تو تو پھر ایک عام انسان ہے۔

پھر ہوتا یہ ہے کہ وہ شخص تو متعین راستوں پر نکل جاتا ہے مگر تیرے دل میں اُسکا عکس باقی رہ جاتا ہے۔ اُسے دوبارہ دیکھنے کی طلب تجھے تکلیف دیتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ عکس دھندلا ہوتا ہوتا مٹ جاتا ہے۔ پھر تیرے زخم بھرنے لگتے ہیں اور دل سکون پا لیتا ہے۔ جو شخص کانوں کے دروازے سریلی آوازوں کے لیے کھلے رکھتا ہے، آنکھوں کو حسین چہروں سے بند نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ اندر سے جلتا رہتا ہے۔ اسکا دل لہولہان رہتا ہے۔ ایسے شخص کی مثال اُس فارغ العقل کی سی ہے جو انگارے کو چمکتا دیکھ کر چھو لیتا ہے پھر ہاتھ کے جلنے پر رونا کُرلاتا ہے۔ لیکن پھر جب تکلیف کم ہو جاتی ہے تو انگاروں کے حسن و رنگت کا غلبہ اُسے وہ تکلیف بھلا دیتا ہے اور وہ پھر وہی عمل دھراتا ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ مسلسل ایک عذاب

سے گزر رہا ہوتا ہے۔ ہر مذہب اِسی لیے بد نظری سے بچنے کا حکم دیتا ہے اور عورت کو پردے کا حکم دیتا ہے تاکہ ہم بے وجہ تکلیف اور عذاب میں نہ پڑے رہیں۔ اللہ کے حکم کی تابعداری تو ایک طرف! ہم بار بار جلنے کے باوجود آگ کو چھوتے رہتے ہیں، کئی بچوں کے باپ ہو کر بھی بچے ہی رہتے ہیں۔

سوالی: مرشد! خدا نے انسان کے اندر آبِ پشت کو افزائشِ نسل اور حصولِ لذت کے لیے رکھا۔ موجود دور میں اِس نظام میں بڑی بد نظمی رونما ہوئی ہے۔ اِس کی کیا وجہ ہے اور اِس سے کیسے بچا جائے؟

مرشد: بیٹے !اگر انسان کے جسم کو ایک ڈیم سے تشبیہ دی جائے اور اُس کے جسم میں بننے والے آبِ پشت کو ڈیم کے پانی سے اور خوراک کو واٹر سورس جس سے ڈیم میں پانی آتا ہے، سے تشبیہ دی جائے تو اِس پیچیدہ مسئلہ کو سمجھنے میں ہمیں کچھ مدد مل سکتی ہے۔

ایک ڈیم میں بقدر ضرورت پانی چھوڑا جاتا ہے تاکہ بند توڑ کر نہ نکل جائے اور تباہی کا باعث نہ بنے۔ اِسی طرح انسان کو بھی چاہیے کہ نفس کے ڈیم میں بقدر ضرورت پانی یعنی خوراک پہنچائے تاکہ کسی قسم کی بد نظمی نہ پیدا ہو۔ جیسے شریعت نے حکم دیا ہے اگر کوئی نوجوان شادی کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ کثرت سے روزے رکھے۔ یہاں روزے رکھنا واٹر سورس کو کنٹرول کرنے کے مترادف ہے تاکہ معاشرے میں تباہی نہ پھیلے اور حیا سلامت رہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ڈیم میں پانی بھی متواتر آتا رہے اور اُس کا درست استعمال بھی ہوتا رہے یعنی انسان رشتہ ازدواج سے منسلک ہو کر اپنی خواہشات جائز طریقے سے پوری کرے۔

تیسرا یہ کہ اِس ڈیم کے بند اتنے اونچے کر دیے جائیں کہ اِس میں پانی جمع ہوتا رہے۔ لیکن یہ ناممکن سی بات ہے کیوں کہ اتنے اونچے بند تعمیر نہیں جاسکتے جو مسلسل آنے والے پانی کو لمبے عرصے تک ٹھہرا سکیں۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ پانی کسی دن بند توڑ کر نکلے گا اور آس پاس والوں کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا۔ اِسی طرح اگر انسان خوراک بھی اچھی کھائے اور رشتہ ازدواج سے بھی منسلک نہ ہو تو پھر وہ خوفِ خدا کے بند باندھ کر بھی جنسی خواہش کو نہ روک سکے گا اور معاشرے میں فتنے کا باعث بنے گا۔ خوفِ خدا کے بند باندھنے سے مراد اللہ کی حدوں کو جاننا، ثواب و گناہ، عذاب و جزا کا علم اور اُس پر یقین وغیرہ۔

سب سے اچھا راستہ یہ ہے کہ انسان واٹر سورس کو بھی کنٹرول کرے یعنی نفلی روزے بھی رکھے۔ اور ٹربائنز لگا کر بجلی بھی پیدا کرے یعنی رشتہ ازدواج کے ذریعے افزائش نسل کا ذریعہ بنے اور بند بھی اونچے اور مضبوط رکھے یعنی خوفِ خدا کو بھی اختیار کرے۔

آج جب انسان نے خوراک کو کنٹرول کرنا چھوڑا اور خوفِ خدا کے بند بھی نہ باندھے تو پھر کیا شادی شدہ تو کیا غیر شادی شدہ سب معاشرے کی تباہی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہی جو حال ہے بیاں کرتے شرم آتی ہے۔

سوالی: مرشد! خواہشات کی پیروی میں کیا برائی ہے؟

مرشد: بیٹے! میں نے جب بھی نفس کی خواہش کو پورا کیا، اِس نے اُسی خواہش کا سہارا لیتے ہوئے حرام و مکروہ افعال میں مبتلا کیا یا غفلت کو مجھ پر طاری کر کے ترکِ اعمال کی طرف دھکیل دیا۔ اس لیے اللہ کے راستے پر چلنے والے کو چاہیے کہ خواہشوں کو ترک کر دے اور زندگی کو ضرورت تک محدود کر دے۔

سوالی: مرشد: اہل دنیا اور اہل آخرت کے شب و روز میں واضح فرق بیان کیجیے؟

مرشد: بیٹے! جب اندھیرا اپنے پر پھیلا دیتا ہے اور روشنی کوچ کر جاتی ہے تو پرہیز گار اللہ کے حضور کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اُس کے عطاؤں پر شکر بجا لاتے ہیں۔ دوسری طرف اہل دنیا شیطان کی قدم بوسی کرتے ہوئے اُسکی بزم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ وہ محرمات سے انکی تواضع کرتا ہے۔ کہیں سے گانوں کا شور، کہیں سے فلموں کی آوازیں اور کہیں لغو بیانی سے بھرپور محفلیں۔

ہر کوئی ایک منفرد انداز سے شیطان کی عبادت و تسبیح میں مصروف نظر آتا ہے۔ شب اپنا سفر طے کر کے جب تیسرے پہر میں داخل ہوتی ہے پرہیز گار اپنے بستروں سے جدائی اختیار کر لیتے ہیں۔ تھکے ہوئے جسم لیے پھر اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اُسکی رحمت کو رکوع و سجود میں پکارتے ہیں۔ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اُس سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ جبکہ اہل دنیا کے در سے گانوں کی دھن ابھی بھی سنائی دے رہی ہوتی ہے۔ انکی دوسری، تیسری فلم شروع ہو چکی ہوتی ہے۔ پھر صبح آن پہنچتی ہے اور ہر طرف اللہ کی حمد شروع ہو جاتی ہے، چرند پرند، شاخ و شجر، حیواں و انساں حتیٰ کہ وہ بلی جو رات بھر باہر سردی میں ٹھٹھرتی رہی، جسے کھانا کوڑے دان سے کبھی میسر آ جاتا ہے تو کبھی بالکل نہیں۔ وہ بھی اللہ کے حضور پیش ہو جاتی ہے اور اُس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتی ہے۔ مگر بندۂ نفس اللہ کی ہر طرح کی نعمت کھا کر، اُسکے عطا کردہ نرم و گرم بستر پر غفلت کی نیند سو یا رہتا ہے۔ شیطان کی چوکھٹ پر شب بھر پیشانی رگڑ رگڑ کر بالآخر اُسی کی گود میں سر رکھ کر خراٹے لے رہا ہوتا

ہے۔ اِدھر اللہ کے منادی حی علی الصلاح حی علی الفلاح پکار پکار کر بالآخر خاموش ہو جاتے ہیں۔ شیطان اس کے کانوں پر ہاتھ رکھ دیتا ہے اور یہ آرام سے سویا رہتا ہے۔

پھر جب دن خوب روشن ہو جاتا ہے اور لوگ رزقِ حلال کی تلاش میں نکل جاتے ہیں۔ بندہء نفس اٹھتا ہے اللہ کی نعمتوں میں سے کھاتا ہے۔

ادھر شیطان تازہ دم گھوڑے لے کر حاضر ہو جاتا ہے اور یہ بندہ ان گھوڑوں پر سوار ہو کر پھر معصیت کی راہوں پر نکل جاتا ہے۔

یوں ایسے شخص کے شب و روز بندگیء ابلیس میں کٹتے ہیں اور ایک دن اچانک موت اُسکی آسائشیں دبوچ لیتی ہے۔ اُس سے سب کچھ چھن جاتا ہے اور شیطان جسکی وہ زندگی بھر عبادت کرتا ہے، اُس سے براءت کا اعلان کر دیتا ہے اور بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اِس شخص کو ایک مجرم کی صورت میں اللہ کے دربار میں پیش کر دیا جاتا ہے۔

اِس کے برعکس اہل آخرت کے لیے موت ربِ کریم سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ اُنھیں اللہ کے حضور مہمان کی طرح عزت و اکرام سے پیش کیا جاتا ہے۔

سوالی: مرشد! اللہ تو رحیم و کریم ذات ہے پھر وہ ہمیں مصائب اور محرومیوں کے ذائقے کیوں چکھاتا ہے؟

مرشد: بیٹے! حضرت خضرؑ نے اپنی حکمت کی بناء پر غریب لڑکے کی کشتی میں عیب ڈال دیا تھا تا کہ ظالم بادشاہ اُس کی کشتی نہ غصب کر لے جبکہ حضرت موسیٰؑ اِس رمز کو نہ سمجھ پائے۔ اللہ نے ہمیں بھی اپنی حکمت کی بناء پر بہت سی ایسی چیزوں سے محروم رکھا ہے جو بظاہر تو ہمارے

فائدے کی ہیں لیکن حقیقتاً نقصان دہ ہیں۔ وہ بزرگ و برتر ہمیں ایسے مصائب سے دوچار کرتا ہے جو رکاوٹ نہیں بلکہ سیڑھی کا کام دیتے ہیں۔

بس تم اُسکے فیصلوں سے راضی ہو جاؤ۔ اُس سے زیادہ تمھارا کوئی خیر خواہ نہیں۔

سوالی: مرشد! تصوف میں ذکر و فکر پر بہت زور دیا جاتا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

مرشد: بیٹے! ذکر exhaust کی مانند ہے جو دل سے حرص و ہوس کی بدبو کو نکال باہر کرتا ہے اور خلوص و صداقت کی مشک سے اِسے معطر کر دیتا ہے۔

سوالی: خواہش انسان کے راستے میں رکاوٹ کیسے بنتی ہیں؟

مرشد: بیٹے! انسان خواہشوں تلے دبا ایک ہیرا ہے جو اکثر و بیشتر اپنی خوبصورتی اور قدر و قیمت کی پہچان کرائے بغیر ہی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

پندرھویں شب

(تبلیغ، شریعت کی قید، ٹیکنالوجی اور مقصدِ حیات اور فرقہ پرستی)

جب انسان کے دل سے حجابات ہٹتے ہیں تو وہ حیرت کی دنیا میں چلا جاتا ہے۔ اُسکی گفتگو قلیل اور خاموشی طویل ہو جاتی ہے۔ اُسکا دل بزم و بازار سے گھبراتا ہے اور تنہائی میں سکون پاتا ہے۔ ایسے میں انسان کا رجحان رہبانیت کی طرف بڑھ جاتا ہے اور دنیا کی رنگینیوں سے اُسکا دل اُٹھ جاتا ہے۔ ایسے شخص کو میانہ روی کی طرف لانے کے لیے شریعت نے رہبانیت کی حرمت کا اعلان کر دیا۔ اب وہ حکمِ خدا کی پیروی میں رہبانیت کی وادی میں قدم تو نہیں رکھتا لیکن کناروں پر چلتا رہتا ہے۔ دنیا سے واجبی سا تعلق رکھتا ہے۔ یہ کیفیت تارک الدنیا کی ہے اور تارکِ لآخرت کا حال اِس کے بالکل برعکس ہے۔ اُس کا تعلق آخرت سے واجبی سا ہوتا ہے۔ وہ حرام کی وادیوں میں بے روک ٹوک چرتا ہے۔ شریعت اُس کے لیے سزا اور شہوت اُسکی رہنما ہوتی ہے۔ وہ فریب و سراب کے محلات میں بستا ہے اور فتنوں کو رحمت قرار دیتا ہے۔

انسان اگر باریک بینی سے مشاہدہ کرے تو لوگ واضح طور پر اِن دو طبقات میں بٹے نظر آئیں گے۔ انکی راہوں کو پرکھے گا تو جان لے گا کہ ایک جنت کو جاتی ہے اور دوجی جہنم کو۔ اِن سے

ہمکلام ہو گا تو دیکھ لے گا کہ جہنم کے مسافر اپنے اعمال سے مطمئن ہیں جبکہ جنت کے راہی اپنی خطاؤں پر پشیماں ہیں اور خوفِ آخرت سے انکی کمریں جھکی ہوئی ہیں۔

مرشد کی صحبت میں رہنے سے مجھ پر یہ اسرار کھلے۔ اِس سے مجھ پر وہ حدیث بھی واضح ہو گئی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: "نیک ساتھی تنہائی سے بہتر ہے اور تنہائی برے ساتھی سے بہتر ہے"۔ (ابن حبان)

آج حال یہ ہے کہ نیک ساتھی ڈھونڈے نہیں ملتے اور برے ساتھیوں سے چھپنا محال۔ ایسے میں مرشد کی صحبت مجھ جیسے ناقص العمل کے لیے باعث رحمت ہے۔ آج محفل شب میں جب کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ سوالات کا آغاز کرے تو ایک طویل خاموشی کے بعد میں نے ہمت جمع کی اور مرشد کے سامنے سوال رکھ دیا۔

سوال: مرشد کون سی فکر ایک مسلمان کو داعی (تبلیغی) بناتی ہے؟

مرشد: بیٹے! کسی بھی راستے کے اچھے یا برے انجام کی معرفت رکھنے والا ہی آپ کو وہ راہ اختیار کرنے یا ترک کرنے کی تلقین کرے گا۔

خاندان کے بڑے جنھوں نے زندگی کے تمام نشیب و فراز دیکھے، وہ بچوں کو اکثر نصیحت کرتے نظر آتے ہیں۔ انھیں محنت کرنے کو کہتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اِسکے بغیر بچاؤ محال ہے۔ وہ کھیل کود میں وقت ضائع کرنے سے منع کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس سے کچھ حاصل نہیں بلکہ وقت کا سراسر ضیاع ہے۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ وہ ان اعمال کے نتائج سے واقف ہیں۔

ایسا ہی معاملہ اُس شخص کا ہوتا ہے جسکا سینہ خدا نے ایمان کے نور سے منور کر دیا ہو۔ وہ اِس دنیا کی بے مائیگی سے واقف ہوتا ہے اور آخرت کی وقعت اور عمدگی کا بھی اُسے ادراک ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے وعدوں کو سچ مانتا ہے۔ وہ جنت کی نعمتوں اور جہنم کی ہولناکیوں کا بھی عارف ہوتا ہے۔ وہ خود جنت کی طرف بڑھتا اور جہنم سے دور ہٹتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی اسکا سامان کرتا ہے۔ وہ انھیں جہنم کی طرف بڑھتا ہوا نہیں دیکھ سکتا اور نہ ہی لاشعوری میں جنت جیسی بے مثال نعمت سے محروم ہوتا دیکھ سکتا ہے۔ یہی فکر اُس کو داعی (تبلیغی) بناتی ہے اور وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ ایک مومن کے اندر یہ خوبی ضرور ہوتی ہے۔ یہ مومن کی نشانی ہے۔ وہ یہ عمل بے اختیار کرتا ہے اور کیسے نہ کرے۔ دیکھیں اگر کسی وادی کے پار آگ کی کھائی ہو اور کوئی نابینا اُسکی طرف گامزن ہو تو لوگ اُسے روکیں گے ضرور اور اگر وہ بہرہ ہو اور کسی کی بات نہ سن سکے تو لوگ اُس کے اصرار کے باوجود اُسے پکڑ کر یا گھسیٹ کر واپس لائیں گے کیونکہ انھیں علم ہے کہ آگے آگ ہے۔ تو پھر جہنم سے بڑی آگ کی کھائی کون سی ہے۔ اُس سے زیادہ دردناک کیا شے ہے۔ پھر جو اُس آگ کو دیکھ رہا ہو حقیقت کی آنکھ سے وہ لاشعور لوگوں کو کیسے اُس میں گرتا دیکھ سکتا ہے۔ وہ جنت جیسا بیش بہا خزانہ مٹی کے کھلونوں کے عوض بکتا کیسے دیکھ سکتا ہے۔ وہ یہ نہیں برداشت کر سکتا۔ یہی بات اُسے تبلیغی بناتی ہے اور تبلیغی مومن ہوتا ہے اور مومن تبلیغی ہوتا ہے۔

سوالی: مرشد! انسان کو شریعت کی قید سے آزاد کرنا کیسا ہے؟

مرشد: بیٹے! قیدِ شریعت سے انسان کو آزاد کرنا اُسکے ساتھ ظلم کے مترادف ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی ناسمجھ بچے کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ وہ یقیناً انگاروں کی طرف انھیں گل وگلفام

گمان کر کے لپکے گا۔ وہ زہر کو آبِ سبیل سمجھ کر نوش کرے گا۔ ایسی حالت میں بچے کو آزاد چھوڑنا اُسکے ساتھ ظلم ہے۔

عموماً ہر انسان کا یہی معاملہ ہے۔ وہ اِس کائنات اور اسکے امور کے بارے میں بہت کم شعور رکھتا ہے۔ اُسکا علم اِس بحرِ بے کراں کے آگے ایک قطرے کی مانند ہے۔ وہ اپنے نفع اور نقصان سے جزوی طور پر واقف ہے۔ ایسے حال میں شریعت ایک ماں کی مانند ہے جو اپنے بچے سے شدید محبت کی وجہ سے اُس کی ضد کے باوجود آگ میں ہاتھ ڈالنے نہیں دیتی۔ وہ اُسے کبھی کبھار ضرر سے بچانے کے لیے ڈانٹ بھی دیتی ہے لیکن یہ ڈانٹنا محبت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ نفرت کی وجہ سے۔

بیٹے! تونے دیکھا نہیں۔ حال ہی میں (2021) گجرات کی ایک خاتون کا کسی غیر مرد کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کرنا، پھر اُس جرم کو چھپانے کے لیے Abortion کی وجہ سے ذلت آمیز اور دردناک موت، ہر ذی شعور کے لیے عبرت کا نشان ہے۔ اِس معاشرے نے، اُس کے بہن بھائیوں اور والدین نے اور اُس نے خود اپنے ساتھ ظلم کیا۔ وہ شریعت کی بیڑیاں اتار کر نکلی تو بھیڑیوں کا نوالہ بن گئی۔ شیطان نے آگ کے شعلوں کو اُس کے سامنے پھولوں کی صورت پیش کیا۔ اُس نے ظلمت کی اِس وادی میں قدم رکھا تو لہولہان ہو کر پلٹی اُس بچے کی مانند جو آگ کو چھو کر چلاتا ہوا پیچھے کو دوڑتا ہے۔

بیٹے! اِس بہن کی ذلت آمیز موت پر دل خون کے آنسو روتا ہے اور ساتھ ہی تہذیبِ مغرب کی دلدادہ نسل نو سے سوال کرتا ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمھاری بہن بیٹی ایسی ذلت کی

زندگی جیے اور ایسی رسوائی کی موت مرے۔ کیا میری مائیں بہنیں اپنے لیے ایسا تکلیف دہ اور ذلت آمیز انجام پسند کریں گی؟

قطعاً نہیں لیکن افسوس کہ اِس راہ کو اکثریت اختیار کیے ہوئے ہیں۔ پھر یہ بھی جان لیجیے کہ انجام اعمال سے الگ نہیں اور منزلیں راستوں سے جدا نہیں۔

اے لوگو! اب تو ہوش کے ناخن لو، اب تو رموزِ خداوند کے آگے سر تسلیم خم کر لو، اب تو شریعت کی سختیوں میں پنہاں حکمتوں کو قبول کر لو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو خدا کا کچھ نقصان نہیں لیکن اگلا قصہ تمھارا ہو گا اور لوگ کفِ افسوس مل رہے ہوں گے۔ اِس آگ کی طرف بڑھنے والا ہر شخص اِس کی لپیٹ میں آ کر رہے گا کیونکہ منزلیں راستوں سے منسلک ہوتی ہیں۔ کوئی راہِ مغرب پر چل کر مشرق نہیں پہنچ سکتا۔ کفر کی راہ راہِ ذلت ہے اور اِس راہ کا ہر مسافر ذلت چکھ کر رہے گا اور جو شریعت کی حدوں میں زندگی گزارے گا، اطمینان و سکون کے دروازے اُس کے لیے کھول دیے جائیں گے۔ دونوں راہیں اور انکا انجام تمھارے سامنے ہے اب جو چاہے اختیار کر لو۔ اللہ رب العزت قرآن کریم میں فرماتے ہیں،:" اور اُسے راستہ بھی دکھا دیا۔ اب وہ خواہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا۔(76:03)

سوالی: مرشد! ٹیکنالوجی نے حصولِ مقصدِ حیات میں کیا کردار ادا کیا ہے؟

مرشد: بیٹے! وہ سفر جو پیدل ایک دن میں طے ہوتا ہو، سواری اگر دو دن میں طے کروائے تو کوئی بھی ذی شعور شخص اُس گاڑی کے حصول کے لیے اپنا پیسہ، وقت اور محنت ضائع نہیں کرے گا۔ انسان کو دنیا میں ایک مشن دے کر بھیجا گیا ہے اور وہ یہ کہ شریعت پر کاربند رہ کر آخرت کی طرف جانا ہے۔ اس سفر کی تمام ہدایت قرآن و حدیث کی صورت میں ہمیں پہنچا

دیں۔ اِسی طرح اسلام سے پہلے کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ انبیاء و رسل کے ذریعہ ہدایت کرتے رہے۔

موجودہ دور ٹیکنالوجی کا دور تصور کیا جاتا ہے۔ اِس کا آسان اور ظاہری مطلب یہی ہے کہ ٹیکنالوجی پورے نظام کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔ اس نے انسان کی زندگی آسان ترین کر دی ہے۔ سالوں کا سفر دنوں میں طے ہو جاتا ہے، موسموں کو اپنی مرضی سے بدلا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ نہ ختم ہونے والی اور حیران کن ایجادات جنھیں آج سے صدی پہلے کے لوگ دیکھ لیں تو حیرت سے پاگل ہو جائیں۔

لیکن کیا ان سب چیزوں نے مقصدِ تخلیق میں انسان کی مدد کی ہے؟

کیا انسان کا سفر اللہ کی طرف تیزی سے طے ہونے لگا ہے؟

یہ سوالات کسی سے بھی پوچھے جائیں تو اسکا جواب نفی میں ہو گا۔ بہت کم ایسے لوگ آپ کو نظر آئیں گے جنھوں نے اِس ٹیکنالوجی کو سواری کے طور پر استعمال کیا اور اللہ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ زیادہ تر لوگ ٹیکنالوجی کے حسن سے متاثر ہو کر اُسکے آگے سجدہ ریز ہو گئے۔ کسی کو ناچ گانے نے بارگاہ الٰہی میں سجدے سے روک رکھا ہے اور کوئی فلم و فحاشی کے جنگلوں میں چلہ کاٹ رہا ہے اور اِس کے علاوہ ایسے ہزاروں بت ہیں جن کی لوگ پرستش کر رہے ہیں۔ ان سب معاملات کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے کہ ہم جہالت اور تنزلی کی طرف بڑھ رہے ہیں تو غلط نہ ہو گا۔ اِس کے چشموں سے جو بقدر ضرورت پیتے ہیں وہ کسی حد تک محفوظ ہیں۔ ان کا مقصد حیات باقیوں کی بنسبت احسن طریقے سے پورا ہو رہا ہے۔ وہ اللہ کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ اور یہی مقصد تخلیقِ انسان ہے۔ قرآنِ کریم میں فرما دیا:

"اُسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔(67:2)

سوالی: مرشد آج اُمت کئی فرقوں میں بٹی نظر آتی ہے اور اِن میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اسکی بنیادی وجہ کیا ہے؟

مرشد: بیٹے! خالق کائنات نے جب انسان کو تخلیق کیا تو اُس میں "By design" کچھ کمیاں، کمزوریاں رکھیں۔ اُسے کسی بھی شے پر کامل عبور نہ دیا گیا۔

یہی حال علم کا بھی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا: "انسان کو علم میں سے نہیں عطا کیا گیا مگر بہت تھوڑا۔(17:85)

اِس حقیقت کی وضاحت بیشتر اور مقامات پر بھی کی گئی۔ ان سب چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر میں یہ کہوں کہ اپنے عقیدے کو بالکل درست کہنے والا اور دوسروں کے عقائد کو بالکل غلط سمجھنے والا، اللہ کے کلام سے واضح اختلاف کر رہا ہے تو غلط نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو بہت تھوڑا علم دیا ہے۔ اور فرقہ پرست عملاً یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے اللہ کے احکامات کو مکمل سمجھ لیا جس کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے وہ صراط مستقیم پر ہے اور باقی گمراہی پر۔

سوالی: مرشد آج اکثر لوگ اپنی بداعمالیوں کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ یہ تو آخری دور میں ہونا ہی تھا۔ اِسی طرح فرقہ پرست بھی یہی دلیل دیتا ہے کہ فرقوں نے بننا ہی تھا۔ اِس غلط دلیل کو کیسے توڑا جا سکتا ہے؟

مرشد: بیٹے! کسی چیز کے بارے میں آگاہ کرنے کے دو اہم مقاصد ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ اُسکی اہمیت کی وجہ سے انسان اُسکی پیروی کرے اور دوسرا یہ کہ اُسکے ضرر کی وجہ سے اُس سے بچے۔ فرقہ پرستی کا قرآن وحدیث میں تذکرہ اِس غرض سے ہوا کہ ہم اِس ضرر انگیز راستے سے بچیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کے ساتھ جہنم کی ہولناکیوں کا بھی ذکر کیا اور فرمادیا کہ اِس میں کھولتی پیپ کے سوا پینے کو کچھ نہ ملے گا۔ زقوم جو خاردار اور زہریلا درخت ہے سوائے اُسکے اُسے کھانے کو کچھ نہ ملے گا۔ جہنم کی آگ سے جب کھالیں جل جائیں گی تو اور کھالیں بدل دی جائیں گی۔(4:56)

اور یہ عذاب کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ یہ سب بتانے کا مقصد ایک یہ تھا کہ انسان برائیوں سے بچا رہے اور لوگوں کے لیے مصیبت کا باعث نہ بنے اور دوسرا یہ کہ روزِ قیامت اِس عذاب کو یقین کی آنکھ سے دیکھ کر یہ سوال نہ اُٹھادے کہ اے مالک کاش تو اگر مجھے جہنم کے اِس عذاب کے بارے میں آگاہ کر دیتا تو میں ایک پل بھی غفلت میں نہ گزارتا۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی پاک ﷺ کی زبان مبارک سے ہمیں بتادیا کہ لوگ فرقے بنائیں گے۔ جہنم کی طرف لے جانے والے بہت سے راستوں میں سے ایک یہ بھی راستہ اختیار کیا جائے گا لیکن تم ایسا نہ کرنا۔ اِس سے بھی آگاہ کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ایک تو دنیا میں فتنہ نہ پھیلے اور دوسرا انسان قیامت کے دن یہ نہ کہہ اُٹھے کہ اے مالک کاش اگر تو مجھے جہنم کے اِس راستے سے آگاہ کر دیتا تو میں اُسے کبھی نہ اختیار کرتا۔

سولہویں شب

(دولت و شہرت، غم کا علاج، نفس کے ساتھ برتاؤ، شیطانی خیالات، الحاد، علماء سے نفرت، نوافل و سنت کی اہمیت، پرسکون زندگی، متوسط راہ، بدحال طبقہ، افغان مجاہدین، ایمان کی لذت، نماز کی اہمیت، قیامت، فرقہ پرستی، اقبال اور سنتِ نبوی اور حکمت)

باطل حق میں یوں ضم ہو چکا ہے کہ تفریق مشکل ہو گئی۔ باطل کے پاس بے شمار دلیلیں ہیں، حق کے راہی بے دلیل پھر رہے ہیں۔ حدود اللہ کی پاسداری کرنے والے چل بسے۔ کعبہ و حرم کے نگہباں یہود و ہنود کے آگے سرنگوں ہیں۔ ایسے میں راہِ حق کی تلاش اور پھر اُس پر استقامت جنگ و جہاد کے بغیر ناممکن ہے۔ پھر جہاں جہاد کا نام لینا بھی جرم ہو وہاں یہ راہ اختیار کرنا موت کو گلے لگانے کے مترادف ہے۔

ایسے پر فتن حالات میں کوئی شخص ایمان کا سودا کیے بغیر مقام و منصب حاصل نہیں کر سکتا۔ پھر جو مقام و منصب کے لیے کوشاں ہے تو جان لے کہ وہ ایمان کے سودے پر راضی ہے۔ اور جو آخرت کے لیے کوشاں ہے، تو جان لے کہ وہ مال و مکاں اور آل و جاں کے سودے پر راضی ہے۔ کلامِ الٰہی میں بیشتر مقامات پر ان نشانیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مرشد جب بھی حق و باطل کی بات کرتے، ساتھ جہاد کا ضرور تذکرہ فرماتے۔ وہ جہاد کو ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔ آج 10 محرم تھی اِس لیے آپ نے نشست کے آغاز پر شہداء کربلا کی شان

میں منقبت پڑھی اور ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کی۔اُس کے بعد آپ نے حاضرینِ محفل کو سوالات کی اجازت دی۔

سوالی: مرشد! آج حق کی راہ چھوڑے بغیر دولت و شہرت ہاتھ نہیں آتی۔ ایسے میں انسان کس تدبیر سے کام لے؟

مرشد: بیٹے! یہ سب دھوکا ہے۔ تجھے وہم ہوا کہ دولت و شہرت حق کی راہ چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اللہ پاک قرآن میں فرماتے ہیں کہ یہ تو سب میرے قبضے میں ہیں۔ (27-26:3)

ا) بادشاہت کا دینا اور چھین لینا۔

ب) عزت و ذلت۔

ج) رزق۔

بس تو صبر کا دامن تھام کر حق کی راہ پر چلتا رہ۔ مختصر آزمائش کے بعد وہ تیرے لیے خزانوں کے منہ کھول دے گا۔

سوالی: مرشد! غموں کا علاج کیا ہے؟

مرشد: موت

سوالی: موت سے پہلے؟

مرشد: خوشیوں کی تلاش ترک کر دے۔ کیونکہ اِسی صراحی کی تہہ میں غم و الم ہیں۔ قربت نہ مانگ۔ قربت کی آغوش میں فرقت ہے اور اِسکا درد قربت کے لطف سے کہیں زیادہ ہے۔ بہاروں کا تعاقب نہ کر۔ ان لہلہاتے پھولوں پر موت کی ہوا ضرور چلنی ہے۔

کلیوں کے کھلنے پر اگر تو مسکرایا ہے تو انکے اجڑنے پر تجھے آنسو بھی بہانے ہیں۔ اپنے عروج و جوبن پر غرور نہ کر کیونکہ اِس کے بعد ایسا زوال اور بڑھایا ہے کہ انسان موت مانگنے پر مجبور ہو جائے۔ مختصر یہ کہ دنیا کی محبت سے دل کو اُٹھا لے تیرے غم کم ہو جائیں گے۔

سوالی: مرشد! انسان اپنے نفس کے ساتھ کیا برتاؤ کرے؟

مرشد: بیٹے! نفس کی مثال ایک شریر بیل کی سی ہے جسے آپ نے مقررہ وقت میں جائے پناہ تک پہنچانا ہے۔ اب راستہ کٹھن اور طویل اور وقت بھی محدود ہے۔ ایسے حال میں کامیاب وہی ہو گا جو اِس شریر بیل کو صحیح قابو کر کے رکھے اور اِسے بقدر ضرورت چارہ پانی اور آرام دے۔

اور جو اِسے بے لگام چھوڑے گا یہ دنیا کے سفر میں اُسے ذلت و رسوائی چکھائے گا۔ کبھی چھاؤں دیکھ کر لیٹ جائے گا، کہیں سبزہ دیکھ کر بھاگ نکلے گا اور انسان کو مقصدِ حیات کی تکمیل سے محروم رکھے گا جس کی وجہ سے اُسے روزِ قیامت ندامت و پشیمانی کا سامنا کرنے پڑے گا۔

سوالی: مرشد! شیطانی خیالات کہاں سے جنم لیتے ہیں اور اِن سے نجات کا کیا طریقہ ہے؟

مرشد: بیٹے! بادشاہ جب خطاب کر رہا ہوتا ہے تو لوگ اُس کے سامنے، کچھ قریب اور کچھ دور بیٹھے ہوتے ہیں۔ بالکل سامنے بیٹھنے والوں کے چہرے بالکل واضح ہوتے ہیں۔ اِسی طرح جو تھوڑے دور بیٹھے ہوں انھیں پہچاننے میں تھوڑی دقت ہوتی ہے اور جو زیادہ دور بیٹھے ہوں انھیں بالکل پہچانا نہیں جاسکتا، بس ایک ہجوم نظر آتا ہے۔

انسان کے اندر کی سلطنت میں بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔ جو عمل اور جن چیزوں کا سامنا ہم نے قریب قریب کیا ہوتا ہے وہ ہمارے ذہن کے میدان میں بادشاہ کے سامنے بیٹھنے والی رعایا کی مانند ہیں جو بالکل واضح ہوتے ہیں۔ اِسی طرح جو عمل یا واقعات پرانے ہوتے جاتے ہیں ان کا اثر اور visibility کم ہوتی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے۔

ہم اکثر لغو کاموں میں مشغول رہتے ہیں، ہماری مجلس دین سے دور، ہمارے ڈرامے، اشتہارات فحاشی سے بھرپور۔ ہم جانے انجانے ذہن میں غلاظت جمع کرتے رہتے ہیں۔

اسی غلاظت سے شیطانی خیالات جنم لیتے ہیں جو کہ بعد میں برے اعمال میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ان سے نجات کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے ذہن میں پاک چیزیں جمع کریں جیسے قرآن و حدیث، نماز، اچھے لوگوں کی صحبت وغیرہ۔ ایسے حال میں ذہن میں اُگنے والے خیالات بھی پاکیزہ ہوں گے جو نیک اعمال کا موجب بنیں گے۔

سوالی: مرشد atheism کسے کہتے ہیں؟

مرشد: بیٹے! ترکِ نماز پر سخت وعیدوں کے باوجود نماز نہ پڑھنا اور اس طرح باقی احکام الٰہی پر سستی کا مظاہرہ کرنا جبکہ CEO یا کمانڈر کے ایک وارننگ لیٹر کے ڈر سے، اُسکی ناراضگی سے بچنے کے لیے اور اُسکی خوشنودی کے لیے ہر کام بطریق احسن انجام دینا۔ اِسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ CEO بھی واقعہ ہی موجود ہے اور وہ ہمارے اوپر authority بھی رکھتا ہے جبکہ اللہ کی authority کو ہم نے کبھی دل سے تسلیم کیا ہی نہیں۔ ہم نے اُسکے عذاب و ثواب کو حقیقتاً سچ جانا ہی نہیں۔ اِسی کو atheism کہتے ہیں اور یہی رویہ ہمیں بے عملی پر قائم رکھے ہوئے ہے۔

سوالی: مرشد! علماء اگر حق پر ہیں تو لوگ ان سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟

مرشد: بیٹے! لوگوں کی نفرت ہی اُن کے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ یہ اس لیے کہ لوگ شہوات کی پیروی کرتے ہیں اور جب کوئی انکے راہ کی رکاوٹ بنتا ہے تو وہ اُس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ کیا تو نے قرآن کریم میں قصص الانبیاء نہیں پڑھے۔ اللہ کے برگزیدہ نبیوں کی تکذیب کی گئی اور انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئی۔

بیٹے! جب نوحؑ نے قوم کو حق کی دعوت دی تو قرآن نے ان کے ردعمل کو نقل کر لیا۔ فرمایا: "تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہم تم کو اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمھارے پیرو وہی لوگ ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں۔ اور وہ بھی رائے ظاہر سے اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تمھیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔(11:27)

حضرت ہودؑ کی قوم کا ردِ عمل سنیے: "تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ تم ہمیں احمق نظر آتے ہو اور ہم تمھیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔(7:66)

حضرت صالحؑ کی قوم کا حال سنیے: "وہ کہنے لگے کہ تم تو جادو زدہ ہو۔ تم اور کچھ نہیں ہماری طرح آدمی ہو۔ اگر سچے ہو تو کوئی نشانی پیش کرو۔(26:153-154)

حضرت لوطؑ کی قوم کا حال سنیے: "تو ان سے اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا اور بولے تو یہ بولے کہ ان لوگوں (یعنی لوط اور انکے گھر والوں) کو اپنے گاؤں سے نکال دو (کہ) یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں۔(7:82)

حضرت شعیبؑ کی قوم کا حال سنیے: "اور ان کی قوم میں سے سر دار لوگ جو کافر تھے کہنے لگے، اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو بے شک تم خسارے میں پڑ گئے "۔(7:90)

بیٹے! اِسی طرح سید النبیاء ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔ اِس لیے تجھے یہ بات علماء سے متنفر نہ کرے کہ لوگ اُن سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ زمیں پر حق کے نشاں ہیں۔ بھلا اِن پیچیدہ راہوں میں کوئی شخص نشانات کو ترک کر کے منزل تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ پس تو علماء کی صحبت اختیار کر اور اُن کے ادب کو دل و جاں میں جگہ دے تاکہ حق کا پیغام جو وہ لیے پھر رہے ہیں تیرے لیے اُسے قبول کرنا آسان ہو جائے۔

سوالی: مرشد! آج جو Practicing Muslim تصور کیے جاتے ہیں وہ بھی با آسانی سنت ترک کر دیتے ہیں اِس جواز پر کہ کون سا فرض ہے، سنت ہی تو ہے جبکہ صوفیا ترکِ نوافل کو بھی غفلت شمار کرتے ہیں۔ اِسکی کیا وجہ ہے؟

مرشد: بیٹے! ترکِ نوافل سے سنت میں غفلت ہوتی ہے، سنت میں غفلت سے فرائض متاثر ہوتے ہیں اور جس کے فرائض متاثر ہوئے بلاشبہ اُس کے دونوں جہاں متاثر ہوئے۔

سوالی: مرشد! فقیر شاہانہ زندگی سے بھاگتا ہے جبکہ بادشاہ فقر سے گھبراتے ہیں۔ اِس تضاد کی کیا وجہ ہے؟ اور ان دونوں میں سے پر سکون طرزِ زندگی کون سا ہے؟

مرشد: بیٹے سادہ زندگی گزارنے والے کو اگر اندازہ ہو جائے کہ Decorated life کتنی مشکل ہے تو وہ کبھی ایسی زندگی کی تمنا نہ کرے گا اور اگر Decorated life جینے والے کو اندازہ ہو جائے کہ سادہ زندگی کتنی آسان اور پر سکون ہے تو وہ ذرا دیر نہ لگائے گا ایسی زندگی اختیار کرنے میں۔

سوالی: مرشد! وہ کون سی راہ ہے جس پر چل کر دنیا اور آخرت دونوں حاصل ہو سکتے ہیں؟

مرشد: بیٹے! اگر تو دنیا کے لیے اپنی کوششیں وقف کرے گا تو آخرت تیرے ہاتھ سے نکلے گی ہی، عین ممکن ہے کہ دنیا بھی نہ ملے۔ اور اگر تو آخرت کی تلاش میں نکلے گا تو خدا تیری دنیا بھی سنوار دے گا۔

سوالی: مرشد! کوئی ایسا طبقہ یا گروہ جسکی بدحالی پر آپ کو ترس آتا ہو؟

مرشد: بیٹے! مجھے ایسے لوگوں کی بدحالی پر ترس آتا ہے جو اِس دنیا کے نشے میں دن گزارتے ہیں اور رات کو غفلت کی نیند سو جاتے ہیں۔ پھر صبح اللہ کی نعمتوں سے کھا کر کام پر نکل جاتے ہیں۔ فکرِ آخرت کا رنگ انکی زندگیوں میں کہیں نظر ہی نہیں آتا۔ یہ امیر ہو کر بھی کتنے غریب ہوتے ہیں۔

سوالی: مرشد! دنیا کے لیے تگ و دو کرنا کیسا ہے؟

مرشد: بیٹے! لوگ جتنا دنیا کے لیے تگ و دو کرتے ہیں، اسکا اگر نصف بھی آخرت کے لیے کر لیتے تو دنیا بھر کے خزانے ان کے قدموں میں ڈال دیے جاتے۔

صالح: گفتگو کے دوران ایک بے عمل شخص نے مرشد سے دنیا کی فضیلت اور نفس کے حقوق پر طویل بحث کی جس پر آپ نے فرمایا: "AC کے بغیر نہ رہ سکنے والے قبر کی گرمی کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے۔"

سوالی: افغان مجاہدین کی فتح نے اسلام کو فوری کیا فائدہ دیا ہے؟

مرشد: بیٹے! افغان مجاہدین کی حیرت انگیز فتح نے اِس مادیت کے دور میں ایمان بالغیب کو ایک نئی زندگی بخشی ہے۔

سوالی: مرشد! ایمان کی لذت کیسے محسوس کی جاسکتی ہے؟

مرشد: بیٹے! ایمان کی لذت تب محسوس ہوتی ہے جب بات فرائض سے آگے بڑھتی ہے۔

سوالی: مرشد! کیا نماز روزے کے بغیر انسان حق کی راہ پر نہیں چل سکتا؟

مرشد: بیٹے! آج گرم بستروں کو چھوڑ کر مسجد تک نہ آسکنے والے، کل دجال کی دلفریب جنت کو چھوڑ کر حق تک کیسے آئیں گے حالانکہ اُس میں سینکڑوں آزمائشیں بھی ہوں گی جبکہ مسجد جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

سوالی: مرشد! کیا کربلا میں ادا کی گئی نمازِ ظہر، نماز کی اہمیت سمجھانے کے لیے کافی نہیں؟

مرشد: بیٹے! نیند پر نماز قربان کرنے والوں کو کربلا کی تپتی ریت پر تیروں کے سائے میں نواسہء رسول ﷺ کا سجدہ کیسے سمجھ آسکتا ہے۔

سوالی: مرشد! قیامت کی ابھی کافی نشانیاں رہتی ہیں اِسکا مطلب ہے کہ قیامت ابھی کافی دور ہے؟

مرشد: مرد مسجد سے نکل گیا، عورت نے گھر کو خیر آباد کہ دیا۔ اے دیکھنے والے! تو اب بھی قیامت کو بعید دیکھتا ہے۔

سوالی: مرشد! ہم بحثیت اُمت آج کیا کر رہے ہیں؟

مرشد: بیٹے! جس مقصد کے لیے ہمیں بھیجا گیا تھا، اُسے چھوڑ کر سب کچھ کر رہے ہیں۔

سوالی: مرشد! فرقہ پرستی کی شرح کن لوگوں میں زیادہ ہے؟

مرشد: بیٹے! فرقہ پرستی بے عمل عالم اور بے علم عامل کو چھوڑ نہیں سکتی اور بے علم و عمل اور باعلم و عمل میں داخل نہیں ہو سکتی۔ جنھیں چھوڑ نہیں سکتی ان میں اکثریت بے علم عمل

کرنے والوں کی ہے اور جن میں داخل نہیں ہو سکتی ان میں اکثریت بے علم و عمل لوگوں کی ہے۔

سوالی: مرشد! علامہ اقبالؒ کی شاعری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مرشد: بیٹے! جو شاعری علامہ اقبالؒ نے کی ہے اگر کوئی داڑھی والا کرتا تو قومی شاعر کہلانے کی بجائے اُس کو باغی و غدار کہہ کر جیل میں ڈال دیا جاتا۔

سوالی: مرشد! اقبال نے داڑھی کیوں نہ رکھی؟

مرشد: بیٹے! حضرت کا داڑھی نہ رکھنے کے پیچھے ضرور کوئی عظیم مقصد ہوا ہو گا وگرنہ ایسا فنافی الرسول ﷺ شخص اتنی اہم سنت کو ترک کر دے، عقل میں نہ سمانے والی بات ہے۔

سوالی: مرشد! حکمت کے دروازے کھلنے پر ایک فقیر کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔؟

مرشد: بیٹے! اللہ اپنے نیک بندوں پر علم و حکمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور ان پر اپنے کچھ کچھ راز منکشف کرتا ہے۔ بندہء فقیر اِس سے حاصل ہونے والی خوشی اور سرور پر تمام خوشیاں قربان کر سکتا ہے۔ تو نہیں دیکھتا کہ اگ کوئی معزز شخص ہمیں کوئی راز کی بات بتا دے یا ہمیں معلوم ہو جائے تو ہم پھولے نہیں سماتے اور لوگوں کو خوشی سے بتاتے پھرتے ہیں۔ نیوز چینلز بڑی بڑی سرخیاں لگاتے ہیں اور بریکنگ نیوز دکھاتے ہیں۔ دنیا کے راز پانے والوں کا یہ حال ہے تو پھر سوچ لے کہ عقبیٰ کے رازداروں کی کیا کیفیت ہو گی۔

سترہویں شب

(حدود اللہ، وجہ ء آزمائش، تکمیلِ آرزو، خوف، امید یا محبت، رموزِ محبت، حبِ خدا، محبوبِ کامل، لادینیت، مادیت، نماز، اخلاق، خدا کا اندازِ محبت، توکل علی اللہ، شکر، غم کا علاج، محبت کے غم، پیرِ کامل اور خدمتِ خلق)

بے دیکھے خدا کی محبت میں انسان نے وہ دکھ اور تکلیفیں کاٹی ہیں کہ پڑھ سن کر صاحبِ دل کانپ جاتا ہے۔ کہیں وہ نارِ نمرود میں کود گیا تو کہیں دھکتے انگاروں پر احد احد کے ترانے الاپتا رہا۔ کہیں جنگ و جدل میں جسم کو زخموں سے لیس کیا تو کہیں زمانے بھر کی رنجشوں کو پالتا رہا۔ اس محبت نے انسان کو کس کس آگ سے نہ گزارا۔ پھر بھی انسان اُس سے دل برداشتہ نہ ہوا۔ یہ اتنی پر کشش اور دل گرفت شے ہے مگر اِس کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ لیکن کہیں کہیں اِس کا سایہ نظر آتا ہے عشق مجازی کی صورت میں۔ ہے یہ بھی بہت دلدوز مگر بے حقیقت۔ کس عمدہ شے کے سائے کے حصول کے لیے مشقتیں، اُسکی جستجو میں ذلتیں اگلے درجے کی نادانی ہے۔ مگر ہاں سائے کا طواف، اُسکے اصل کی معرفت کے لیے کسی قدر سود مند ہو سکتا ہے۔ بس انسان اگر عشق مجازی کے پاس جائے تو فقط ایک غرض سے اور وہ یہ کہ اُس سے حقیقت کی معرفت حاصل کرے اور اُسکی طرف جانے والے رستوں کو جانے پہچانے۔ اِس کے علاوہ اِس سائے کا تعاقب بڑی نادانی اور خسارے کی بات ہے۔ حیف کہ آج اِس خسارے میں اکثر پڑے ہوئے ہیں۔ سائے کے تعاقب میں مقصدِ حیات سے دور کھڑے ہوئے ہے۔

دل کو چھلنی کیے ہوئے ہیں اُس محبت کے لیے جسکی حقیقت کچھ نہیں۔ جو فریب ہے، سراب ہے، سایہ ہے۔

آج کی نشست میں ایک ایسا بے تاب شخص تھا جس نے مرشد کے مسندِ ارشاد پر بیٹھنے سے پہلے ہی اپنا سوال پیش کر دیا۔

سوالی: ہر چیز کو خدا نے جب خود تخلیق کیا تو پھر ان پر جائز اور ناجائز کی حدیں کیوں لگا دیں؟

مرشد: بیٹے! مقصدِ حیات سے واقفیت حاصل کر۔ تیرے بیشتر شبہات وہیں زائل ہو جائیں گے۔ قرآن کریم میں فرمایا: "اُسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔ (67:02)

بیٹے! جب زندگی کا مقصد آزمائش ہے تو پھر یہ جائز اور ناجائز کی حدیں تجھے پرکھنے کے لیے ہیں۔ پس تو ان حدود کی پاسداری کر تاکہ کامیاب ہو۔

سوالی: اللہ ہماری کیوں آزمائش کرنا چاہتا ہے؟

مرشد: بیٹے! تو ایسی چیز کی کھوج میں کیوں پڑتا ہے جو تجھے بے چینی میں مبتلا کر دے۔ اگر تجھے خدا کے برحق ہونے میں شک ہے تو بتا تیرے شبہات کو دور کروں۔ لیکن اگر تو اُسے حق مانتا ہے پھر اُس کے حکموں کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ عقل کے پنچھی کو شجر ممنوعہ سے دور رکھ کیونکہ اِس طرف بلانے والا شیطان ہے جو کہ تیرا کھلا دشمن ہے۔ جن باتوں کا جاننا تیرے لیے ضروری ہے ان سے تجھے غفلت میں ڈالے ہوئے ہے اور جن کی کھوج تیرے لیے ہلاکت ہے ان کی طرف تجھے بلا رہا ہے۔

تجھے چاہیے کہ صبر کا دامن تھام کر شریعت کی راہ پر برابر چلتا جا، تجھے اِسکی سمجھ آئے یا نہ آئے۔

سوالی: مرشد! جب خدا قادر مطلق ہے۔ وہ سب کچھ عطا کر سکتا ہے۔ پھر انسان کی خواہشوں کو پورا کیوں نہیں کرتا؟

مرشد: بیٹے! تو بحثیت انسان اپنی ناقص عقلی پر خود گواہ ہے۔ تُو کل کے فیصلوں پر آج پشیماں ہے کہ کاش میں یہ فیصلہ نہ کرتا۔ کل کی ترک کی ہوئی راہوں پر آج غمزدہ ہے کہ اختیار کیوں نہ کی۔ پھر تو چاہتا ہے کی خدا دنیا کا نظام ایسی ناقص العقل جنس کی خواہش کے مطابق چلائے۔ انسان اتنا کمزور ہے کہ برسوں کی کاوشوں کے باوجود وہ ایک مثالی خاندانی نظام نہ ترتیب دے سکا۔ ہر طرف سے تھک ہار کر پھر اللہ کے نظام کی طرف دوڑتا ہے۔ پھر ایسے انسان کی ہر خواہش کا بھر آنا کیسی تباہی کا موجب بنے گا، تو سوچ بھی نہیں سکتا۔

انسان کی فلاح اِسی میں ہے کہ خواہشوں کو ترک کر دے اور خدا کے فیصلوں کو اپنا لے۔ کیونکہ خدا بھول چوک سے پاک ہے جبکہ انسان خطا ہی خطا۔

سوالی: مرشد! خدا کی تلاش میں نکلنے والے کو خوف، امید یا محبت میں سے کون سی راہ اختیار کرنی چاہیے؟

مرشد: بیٹے! خدا کی طرف جانے والی ایک ہی کامل راہ ہے۔ باقی تمام ادھوری مسافتیں ہیں۔ وہ ایک کامل راہ شریعت ہے اور خوف، امید اور محبت تینوں اِس کا جزو ہیں۔ ایک کو بھی ترک کرے گا تو تیرا منزل پر پہنچنا مشکل ہو جائے گا۔ خوف تجھے شہوتوں کی قید سے رہائی دلوائے

گا۔ امیدِ رحمت تیرے دامن کو مایوسی کے چھینٹوں سے محفوظ کرے گی۔ جبکہ محبت تجھے صبر اور استقامت کے خزانوں سے نوازے گی۔

پس تو اپنی زندگی کو شریعت کے سانچے میں ڈھال دے۔ یہی خدا تک پہنچنے کا کامل ترین راستہ ہے۔

سوالی: مرشد! جب کسی کی محبت انسان کے دل میں جڑیں جما لیتی ہے تو انسان اپنے خواص کھو بیٹھتا ہے۔ کہیں وہ محبوب کو خدا سے ملا کر شرک کی طرف چلا جاتا ہے۔ کہیں وہ آرزو کرتا ہے کہ کاش وہ اپنے محبوب کے قدموں سے لپٹی خاک ہوتا۔ وہ شاعری لکھتا ہے محل تعمیر کرتا ہے۔ خاک پائے یار کے تعویز بنا کر گلے میں سجاتا ہے۔ دنیا کی زیب وزینت کو ترک کر دیتا ہے۔

مرشد! محبت میں وہ کون سی رمز ہے کہ ایک عام انسان کو اتنا مقدم بنا دیتی ہے کہ محب اُسکے قدموں میں سر رکھنے کی آرزو کرنے لگتا ہے؟

مرشد: بیٹے! محبت تو وجہء تخلیق کائنات ہے۔ پھر جو شے اتنے وسیع اور حیرت انگیز نظام کی وجہء تخلیق بنی ہو وہ خود کتنی عظیم ہو گی۔

اور جس محبت کی تو نے نشانیاں بیان کی ہیں وہ اِسکی اصل نہیں بلکہ نقل ہے، سایہ ہے۔ پھر جب سائے کا یہ اثر ہے تو حقیقت کتنی حیران کن ہو گی۔

پس تو سائے کا تعاقب چھوڑ اور حقیقت کو تلاش کر۔ حق کو جب پا لے گا تو محبت کی رمز ازخود سمجھ آجائے گی۔

سوالی: مرشد! وہ خدا جو نظروں سے اوجھل ہے اسکی محبت کا بیج کیسے دل میں بوئیں؟

مرشد: بیٹے! گناہوں کو ترک کر دے۔ پھر اللہ کی قدرت و کبریائی پر مسلسل غور و فکر کر اور اُسکی نعمتوں اور احسانات کا شب و روز ذکر کر۔ اس عمل سے محبت خداوند تیرے دل میں پروان چڑھنا شروع ہو جائے گی۔

سوالی: مرشد! انسان کیوں ایک کامل محبوب کو چھوڑ کر عیب دار محبوب کا انتخاب کرتا ہے؟

مرشد: بیٹے! محبوبِ حقیقی کئی حجابات میں ہے جبکہ محبوبِ مجازی ظاہر و باہر ہے۔ پس جو ظاہر ہے اُسکی محبت کے لیے انسان کو کسی خاص کوشش کی ضرورت نہیں جبکہ جو بسِ حجاب ہے اُسکی محبت کے لیے انسان کو جدوجہد کی ضرورت ہے۔ انسان فطرتاً آرام پسند ہے پس وہ جدوجہد کی بجائے ادنیٰ چیز پر اکتفا کر لیتا ہے۔

سوالی: مرشد! دن بدن لادینیت کیوں بڑھتی جا رہی ہے؟

مرشد: بیٹے! مادیت سے لادینیت پروان چڑھتی ہے۔ اور تو دیکھتا ہے کہ مادیت کا نشہ کس قدر بڑھتا جا رہا ہے پھر لادینیت کیسے نہ بڑھے۔

سوالی: مادیت کی قید سے کیسے نکلا جا سکتا ہے؟

مرشد: بیٹے! دنیا کی حقیقت سے واقفیت حاصل کر کے مادیت کی قید سے نکلا جا سکتا ہے۔ اور اِس کی حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے مقابلے میں یہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ اور پھر جو شے مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے اُسے مقصدِ حیات بتانا اور اُس کے لیے تگ و دو کرنا کس قدر بے وقوفی ہو گی۔

سوالی: مرشد! کیا کوئی مسلمان جان بوجھ کر نماز چھوڑ سکتا ہے؟

مرشد: نہیں

سوالی: مرشد! پھر آج مسلمانوں کی اکثریت نماز نہیں پڑھتی تو کیا ہم انھیں کافر کہیں گے؟

مرشد: بیٹے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بندہء مومن اور شرک و کفر کے مابین صرف نماز ہی کا فرق ہے۔" (مسلم)

"ہمارے اور ان کفار و مشرکین کے مابین جو عہد ہے وہ نماز ہے جس نے اُسے چھوڑ دیا، اُس نے کفر کیا۔" (مسند احمد)

"بندے اور اُس کے کفر و ایمان میں وجہ ء تمیز یہ نماز ہی ہے، جس نے نماز چھوڑ دی اُس نے شرک کیا۔" (شرح اصول اعتقاد)

"اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ اور جان بوجھ کر نماز مت چھوڑو اور جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی، وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہو گیا۔" (طبرانی)

صالح: لوگوں کے چہروں پر حیرانی کے آثار دیکھ کر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ منبر و محراب سے کبھی پہلے انھوں نے یہ احادیث نہ سنی تھی۔ اور یہ عین ممکن ہے کیونکہ آج کے خطیب خطبوں میں قرآن و حدیث کم اور کہانیاں اور شاعری زیادہ سناتے ہیں۔

سوالی: مرشد! نماز کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے اسکا کیا فائدہ ہے؟

مرشد: بیٹے! اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:-

إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِۗ

ترجمہ "بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔(29:45)

سوالی: مرشد! شخصیت کی تعمیر میں اخلاق کا کیا کردار ہے؟

مرشد: بیٹے! اخلاق رنگ و بو کی مانند ہیں جس کے بغیر پھول حسن سارا گنوا دیتا ہے اور بد صورت ہو جاتا ہے۔

سوالی: مرشد! میں نے خدا سے بارہا اظہارِ محبت کیا مگر اُسکی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ خالی کنویں میں کوئی کب تک ڈول پھینکتا رہے؟

صالح: سوال سنتے ہی مرشد کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

مرشد: بیٹے! اُسکے ردِ عمل کو دیکھنے میں تجھ سے کوتاہی ہوئی ہے۔ وہ تو فرماتا ہے کہ "میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے اپنے دل میں دل یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اُسے اِس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب آتا ہے تو میں اُس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اُس کے پاس دوڑ کر جاتا ہوں"۔ (بخاری)

سوالی: مرشد! بے شک برحق ہے قولِ نبیؐ، فداک ابی وامی۔ لیکن یہ غیب کی باتیں ہیں۔ ظاہر میں وہ ہمیں کیسے یاد کرتا ہے؟

مرشد: بیٹے! اگر تو نے کوئی کامل استاد پکڑا ہوتا تو وہ تیری رہنمائی کر دیتا۔ تو روزمرہ کی زندگی میں دیکھتا ہے کہ بیشتر ایسے پھول تیرے دامن میں آن گرتے ہیں جنکا تو نے کوئی بیج بھی نہ بویا تھا۔ لوگوں کا کسی غرض کے بغیر تیرے کاموں کو سراہنا، تیری خطاؤں کو بھول جانا، تیری عنایتوں کو یاد رکھنا، تجھ سے اُنس و پیار اور عقیدت مندی کا اظہار، بے غرض تیری خدمت

کے لیے لپکنا اور تجھ پہ جان جھڑ کنا، بے جہد تیرے معاملات کا سدھر جانا اور مصیبتوں کا گزر جانا۔ یہ سب خدا کی عنایتوں میں سے ہیں۔ اِن کے لیے تو نے کوئی تگ و دو نہ کی تھی۔

پس جان لے کہ تو نے اظہارِ محبت کیا تو اُس محبوبِ کامل نے اِن تحائف کی صورت میں تجھے بہتر انداز میں یاد کیا۔

سوالی: مرشد! توکل علی اللہ اور توکل بالوسائل میں کیا فرق ہے؟

مرشد: بیٹے! وسائل سے مسائل حل ہوتے ہیں جبکہ توکل علی اللہ سے معجزے رونما ہوتے ہیں۔

سوالی: مرشد! اللہ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں کیسے تخلیق کیا؟

مرشد: بیٹے! بحثیتِ انسان تیری عقل ناقص ہے۔ اِس نحیف پنچھی کو اتنی بلندیوں اور دوریوں پر کیوں بھیجتا ہے۔

پہلے اِسے اپنی تخلیق کی پیچیدگیوں کا سفر تو کرا۔ کیا یہ اِس رمز کو پا سکتی ہے کہ ایک قطرے سے اتنی کمال جنس کیسے خلق ہوئی، جسکی موجدات نے کائنات کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ بلاشبہ تیرا جواب نفی میں ہو گا۔ اِس لیے تجھے چاہیے کہ ایمان بالغیب کو پختہ کر۔ شیطان کے وسوسوں کو مسلسل رد کرتا رہ۔ اور کائنات پر اِس غرض سے غور و فکر کر کہ تو رب کی کبریائی کو جان سکے۔

سوالی: مرشد! خدا تو بے نیاز ہے پھر وہ کیوں ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کو کہتا ہے؟

مرشد: بیٹے! بے شک خدا بے نیار ہے اور اُسے تیری شکر گزاری کی قطعاً ضرورت نہیں۔ یہ حکم تیرے قلبی اطمینان کے لیے ہے کیونکہ تو جب رحمتوں کو شجر قلب پہ جگہ دے گا تو

زخمت و زحم از خود پرواز کر جائیں گے۔ شمسِ عنایاتِ خدا کے سامنے تو چراغِ غمِ دوراں کو بجھتا ہوا پائے گا۔ لطف و کرم کی مستی سے تجھے فرصت ہی نہ ملے گی کہ تو محرومیوں پہ اشک بہائے۔

اِس سے زیادہ سود مند بھلا کون سی بات ہو سکتی ہے تیرے لیے۔ بس تو خدا کے لیے نہ سہی اپنے لیے ہی اِس راہ کو اپنا لے۔ لیکن عبدیت کا تقاضا یہی ہے کہ تو ہر عمل کو خالصتاً خدا کے لیے ادا کر۔ اِس سے تیری دنیا و عقبیٰ دونوں سنور جائیں گے۔

سوالی: مرشد! ہزاروں جتن کر کے دیکھ لیے دل غموں سے خالی نہیں ہوتا۔ حضرتِ انسان یہ مرض کس مسیحا کو دکھائے؟

مرشد: بیٹے! انسان تغیر پسند ہے۔ اِسے مسلسل ایک ہی کیفیت میں رکھا جائے تو وہ اُس سے اُکتا جاتا ہے چاہے وہ کتنی ہی مرغوب کیوں نہ ہو۔ بس خدا نے اپنی رحمت سے اُسے کئی موسموں، رنگوں، جذبوں اور حالات سے نوازا تاکہ اُسکا دل بوجھل نہ ہو۔ کٹھن راتوں میں نویدِ صبح دیتے ہوئے فرمایا"

إِنَّ مَعَ ٱلۡعُسۡرِ يُسۡرٗا ۝(94:6)

"(اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے"۔

پس تو غموں کی رُت میں ہوائے امید پر سوار ہو کر مسرتوں کے کارواں سے جا مل۔

سوالی: مرشد! محبت پہ جب بھی نگاہ پڑی اِسے غم و مصائب سے لیس ہی پایا۔ پھر بھی دل اِس کے چشموں پہ برابر کیوں جھکتا ہے؟

مرشد: بیٹے! اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:-

وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ ٱلۡعِلۡمِ إِلَّا قَلِيلٗا ۝ (17:85)

"اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے"۔

صالح: یہ غالباً پہلا موقع تھا جہاں میں نے مرشد کو کسی سوال پہ خاموش پایا۔ شاید اِس موضوع پر گویائی کی اُنھیں ہمت نہ ہوئی یا اِسکی پیچیدگیاں آپ پر منکشف نہ کی گئیں۔

سوالی: مرشد! جن راہوں پہ رہبر ہی بھولے بھٹکے ہوں وہاں رہبری کے لیے مسافر کون سا در کھٹکھٹائیں؟

مرشد: بیٹے! خدا نے تجھے حالات کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا۔ تیری رہبری کے لیے پیرِ کامل، قرآن و سنت کی صورت میں چھوڑا ہے۔ جسے تو کبھی بھٹکا ہوا نہ پائے گا۔

پس تو اِس کے ہاتھ پر بیعت کرلے اور اِسکی اتباع کو لازم پکڑ۔

سوالی: مرشد! ایک صوفی یا درویش لوگوں کے دلوں کو کیسے فتح کرتا ہے حالانکہ وہ حسن و زر اور منصب و گھر سے محروم ہوتا ہے؟

مرشد: بیٹے! صوفی خدمتِ خلق کی راہ سے خدا تک جاتا ہے اور خدا کی نصرت سے لوگوں کے دلوں کو فتح کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیلؑ کو آواز دیتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اُس سے محبت کرو۔ جبرائیلؑ بھی اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر وہ تمام آسمان والوں میں آواز دیتے ہیں کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اُس سے محبت کرو۔ پھر تمام آسمان والے اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اُس نے بعد وہ زمین میں بھی (اللہ کے بندوں کا) مقبول اور محبوب بن جاتا ہے۔(صحیح بخاری)

اٹھارویں شب

(حسنِ جنت اور عذابِ دوزخ، حسد، غیبت، شہوت و شریعت، خوشیاں، اداسی، جنت کیلیے جدوجہد اور حضرت خضرؑ کی وصیت)

جس دوزخ کا تذکرہ قرآن وحدیث میں آیا ہے اگر انسان اُس کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لے تو خوف کے مارے اُس کا کلیجہ پھٹ جائے۔ پھر جس شے کی ہولناکیوں کا یہ عالم ہو اُس سے بھاگنے والے کی رفتار کیا کیا عالم ہو گا۔ لیکن معاملہ اُس کے بالکل برعکس ہے۔ اِس سے بھاگنے والے (مسلمان) اِسکے کناروں پر اِس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ موت انھیں اٹھا کر اِسکی گہرائیوں میں پھینک دے۔ اِسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ شہوتوں کے غلبے نے حقیقت کے چہرے پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر یقین کمزور پڑ گیا اور جب یقین کمزور پڑ جاتا ہے تو عمل خود بخود ناقص پڑ جاتا ہے۔ اِسی طرح جس جنت کا تذکرہ قرآن و حدیث میں آیا ہے اگر انسان اُسکو یقین کی آنکھ سے دیکھ لے تو ایسا منہمک ہو کر اُس کے لیے جدوجہد کرے کہ کھانا اور سونا بھول جائے۔ لیکن معاملہ اِسکے بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ اِسکی جانب بڑھنے والے (مسلمان) اس قدر سست و مست ہیں کہ لگتا ہے کہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ شہوات کے بوجھ نے اُنکے قدموں کو بوجھل کر دیا ہے۔ اتنے سست گام ہیں کہ جیسے پاؤں میں چھالے پڑے ہوں۔ یقیناً انھوں نے دل سے جنت کو سچ نہیں جانا ورنہ اسکی طلب میں انکے دن رات ایک ہو جاتے۔

افسوس صد افسوس آج کے مسلمان پر، جو جہنم کے کناروں پر خیمے جمائے ہوئے ہے اور جنت سے یوں دور بھاگتا ہے جیسے شیر کو دیکھ کر لومڑی بھاگتی ہے۔

میں اُمت کی اِس بے عملی پر آج بڑا رنجیدہ تھا۔ اِس پر کوئی کسی سے سوال بھی کیا کرتے۔ ساری بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے لیکن پھر بھی مزید وضاحت کے لیے میں نے مرشد سے سوال پوچھ لیا۔

سوال: مرشد! اُمت حسنِ جنت اور عذابِ دوزخ سے کیوں آنکھیں بند کیے ہوئے ہے؟

مرشد: بیٹے! اِسکی ابنیادی پانچ وجوہات ہیں۔

ا) علم کی کمی

بیٹے! کسی شے کی فضیلت کا علم انسان کو عمل پر ابھارتا ہے۔ ایک شخص کو جب حسنِ حور و جنت کا علم ہی نہیں تو کیسے اُس کے دل میں انکی رغبت جڑیں جمائے گی۔ ایک شخص جو جہنم کی ہولناکیوں سے ہی آگاہ نہیں، وہ کیسے اُس سے فرار کی راہ اختیار کرے گا۔

پس ایک مسلمان کو چاہیے کہ شریعت کا علم حاصل کرے تاکہ اُسکا عمل پختہ ہو جائے۔

ب) یقین کی کمی

غفلت و بے عملی کی دوسری وجہ یقین کی کمی ہے۔ جب ایک شخص کو کسی عمل کے انجام کا علم ہو مگر اُس پر یقین کامل نہ ہو تو نتیجہ غفلت کی صورت میں آتا ہے۔ انسان سست روی کا شکار ہو جاتا ہے۔ یقین کو پختہ کرنے کے لیے انسان کو چاہیے کہ قرآن وحدیث پر غور و فکر کرے تاکہ ان کی حقانیت اُس کے دل میں جم جائے۔ وہ دیکھے کہ جس جنت اور جہنم کا تذکرہ قرآن وحدیث میں اتنی تفصیل سے کیا گیا ہے اُسکے سامنے نہ لائی جائے گی؟ الغرض انسان کو ہر ہر

بات کی تہہ میں جھانکنا چاہیے تا کہ اللہ کی قدرت اور کبریائی اُسکے دل میں گھر کر جائے۔ اِس سے انسان کا یقین پختہ ہو گا اور یقین کی پختگی عمل کو مضبوط کر دے گی۔

ج) دنیا کی محبت

آخرت سے منہ موڑنے کی تیسری وجہ دنیا کی محبت ہے۔ دنیا اور آخرت تکھڑی کے دو پلڑوں کی مانند ہیں۔ انسان ایک طرف اپنی توجہ کو بڑھاتا ہے تو دوسری طرف خود بخود کم ہو جاتی ہے۔ اُس نے جب اپنی تمام تر محنتیں دنیا کے لیے وقف کر دیں تو آخرت کا خالی پلڑا ہوا میں لہرانے لگا۔ اپنے آپ کو مطمئن رکھنے کے لیے اُس نے اِس نظارے آنکھیں بند کر لیں۔

اِسکا حل یہی ہے کہ اپنی کاوشوں کو انسان دنیا سے آخرت کے پلڑے کی طرف منتقل کرے۔

د) شیطان کی مداخلت

اِس بحران کی چوتھی بڑی وجہ شیطان کی مداخلت ہے۔ اس نے امیدِ مغفرت کے ذریعے انسان کو خدا کی نافرمانی پر قائم رکھا ہوا ہے یا مایوسی کی دلدل میں دھکیل کر بے عمل کر دیا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ خوفِ آخرت کو دل میں جگہ دے تا کہ جھوٹی امیدوں کا خاتمہ ہو سکے اور جب دل کہیں مایوسی کے طرف جھکنے لگے تو ربِ کریم کی ردائے رحمت میں پناہ لے لے۔

ہ) آرام پسندی

آخرت سے غفلت کی پانچویں وجہ انسان کی آرام پسندی ہے۔ خواہشات کی ہوائیں سمتِ جہنم چل رہی ہیں جبکہ جنت اُسکے مخالف سمت میں ہے۔ انسان نے خود کو اُن ہواؤں کے حوالے کر دیا ہے جو اُسے جہنم کی طرف بہا کر لے جا رہی ہیں۔ آرام پسندی کی وجہ سے اُس نے یہ

سودا قبول کیا کیونکہ اِسکی مخالف سمت یعنی جنت کی طرف سفر میں اُسے جدوجہد کرنی پڑتی، ہواؤں، لہروں اور طوفانوں سے لڑنا پڑتا۔

پس آرام پسندی نے انسان کو بے عمل کر دیا۔ ایسے میں اسے چاہیے کہ مقصدِ حیات کو جانے تاکہ اُسکا نفس غفلت سے نکل آئے اور جدوجہد کے لیے راضی ہو جائے۔

سوالی: مرشد! آج ہر دوسرے شخص کے دل پر حسد کی کالک ملی ہوئی ہے۔ اِس تلخ حقیقت کے بارے میں معروف شاعر جون ایلیا لکھتے ہیں:

کیا تکلف کریں یہ کہنے میں
جو بھی خوش ہے ہم اُس سے جلتے ہیں

مرشد: اِس جلن کو کیسے ختم کیا جائے۔ دل کو کس بھٹی سے گزارا جائے کہ یہ پاک ہو جائے۔ ایسا پاک کہ لوگوں کی خوشی پر خوش اور اُنکے غم پر غمزدہ ہو۔

مرشد: بیٹے! تمام قلبی بیماریوں کی وجہ لادینیت ہے اور قرآن و حدیث اِنکی شفا ہے۔ عام طور پر کسی مادی شے کے حصول کو کامیابی تصور کیا جاتا ہے۔ حقیقت کے میدان میں اکثر اِس کے برعکس ہوتا ہے۔ کس مادی شے کا دل و در سے نکل جانا حقیقی کامیابی کہلاتا ہے اور یہی حقیقی حاصل ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ نے ایک بکری ذبح کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اِس میں سے کچھ باقی ہے؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: دستی کے سوا اور کچھ نہیں باقی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دستی کے سوا سب کچھ باقی ہے۔" (جامع ترمذی:2470)

یہ قول مبارک "دستی کے سوا سب کچھ باقی ہے" حصولِ حقیقی کی تعریف و کلیہ ہے۔ یعنی اصل حاصل یہی ہے جو تم نے خدمتِ خلق میں لگا دیا۔

حسد کی پلیدی مٹانے کے لیے دل کو بھی یہی کلمہ پڑھانا پڑے گا۔ پھر جب یہ تصور دل میں جاگیزیں ہو جائے گا کہ مادی شے دے دینے میں حصول و خوشی ہے تو پھر انسان کو انسان کی خوشی خوش کرے گی۔ وہ کوشش کرے گا کہ اُس شخص کی خوشیوں میں شریک ہو کر انھیں دوبالا کرے۔ دوسری طرف جب اُسے غم میں ڈوبا پائے گا تو خود بھی غمزدہ ہو گا۔ ہمدردی اور مدد کے ذریعہ اُسکے غم کو مٹانے کی کوشش کرے گا۔ اِس مقدس احساس سے ایک مضبوط معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اور دنیا سے کچھ کچھ جنت کی مہک آنے لگتی ہے۔

سوالی: مرشد! غیبت ہماری مجلسوں کا بنیادی جزو بن چکی ہے۔ اِس کے جام نہ گردش کر رہے ہوں تو محفل بے رونق سی ہو جاتی ہے۔ کیا اِس گناہ میں یہ نشہ ازل سے تھا یا دورِ حاضر کی آمیزش ہے؟ پھر جسکی برائی کی جاتی ہے اکثر بات اس تک پہنچ جاتی ہے۔ جس سے اُسے شدید تکلیف پہنچتی ہے اور بات کرنے والے کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ نشہ معاشرے میں فساد کی جڑ بن چکا ہے۔ مرشد اِسکا علاج کیا ہے؟

مرشد: بیٹے! تو نے ٹھیک کہا۔ ہماری کوئی مجلس غیبت سے خالی نہیں اور ہمارے جاننے والوں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو ہماری غیبت سے بچ سکا ہو۔

بیٹے! گناہ کوئی بھی ہے اس میں ایک نشہ ہے اور یہ نشہ و کشش اُس میں شروع سے رکھ دی گئی ہے اور ایسا کرنے کی وجہ ہمارا مقصدِ حیات یعنی امتحان ہے۔

اور اِس نشے کا علاج بھی یہی ہے کہ مقصدِ حیات کا تعویز انسان شعور کی گردن میں لٹکائے پھرتا رہے۔ پھر ہی اُسے احساس ہو گا کہ وہ تھوڑی سی لذت کے لیے ہمیشہ کی ناکامی اور شدید عذاب کا سودا کیوں کرے۔ یہی احساس اُسے غیبت یا دیگر گناہوں سے روک لے گا۔لوگ اُسکے ضرر سے محفوظ ہو جائیں گے اور وہ خود کو ندامت سے بھی بچالے گا۔

سوالی: مرشد! ہم اکثر اپنی محفلوں میں سینئرز یا جونیئر کی ان برائیوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو ان میں موجود ہیں۔ کیا یہ بھی غیبت ہے؟

مرشد: بیٹے! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسولؐ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کے اُس عیب کو ذکر کرنا کہ جس کے ذکر کو وہ ناپسند کرتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خیال ہے کہ اگر واقعی وہ عیب میرے بھائی میں موجود ہو جو میں کہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ عیب اُس میں ہے جو تم کہتے ہو تبھی تو وہ غیبت ہے اور اگر اِس میں وہ عیب نہ ہو پھر تو تم نے اُس پر بہتان لگایا ہے"۔ (صحیح مسلم)

سوالی: مرشد! پیشہ ورانہ زندگی میں غیبت کو Leg pulling کے لیے ایک آلے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اور استعمال کرنے والوں کے لیے یہ اکثر کارآمد ثابت ہوا ہے۔ مگر اِس سے وہ کمپنی یا ادارہ شدید تباہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے میں جب کوئی ہمارے سامنے کسی کی غیبت کرے تو ہمارا کیا ردِ عمل ہونا چاہیے؟

مرشد: بیٹے! جسکی غیبت کی جارہی ہے اسکا دفاع تجھ پر لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کے پاس اُسکے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اِسکی نصرت اور دفاع پر

قادر ہو اور اُس نے اُسکا دفاع کیا تو اللہ دنیا و آخرت میں اُس کی نصرت و دفاع فرمائے گا۔ اگر وہ اُس کی نصرت پر قادر ہونے کے باوجود اُس کی نصرت نہیں کرتا تو اللہ دنیا و آخرت میں اُسے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔ (مشکواۃ)

سوالی: مرشد! شریعت کی راہیں بڑی کٹھن اور صبر آزما ہیں۔ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے جبکہ نفس ہے کہ بے لگام گھوڑے کی طرح خواہشوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔ مرشد! کوئی ایسا تعویز دے دیجیے جو نفس کو شہوت کی راہوں سے ہٹا کر راہِ شریعت پر گامزن کر دے؟

مرشد: بیٹے! اصلاحِ نفس کی تکلیفیں تیرے امتحان کا حصہ ہیں۔ تو کیوں امتحان گاہ سے راہِ فرار تلاش کر رہا ہے۔ خواہشوں کے سراب سے شریعت کے گلشن تک ایک ایک قدم تیرے لیے باعثِ رحمت ہے۔ پھر کیوں تو اِس رحمت سے محروم ہونا چاہتا ہے۔ یہ راہ کٹھن سہی مگر رحمت و بخشش کے در بھی تو ہر دم کھلے ہیں۔ دو چار خطاؤں سے تجھے جنت سے محروم تو نہیں کر دیا جاتا نہ ہی جہنم تیرا مقدر کر دی جاتی ہے۔

پس ترکِ شہوات کی تکلیف ہی وہ تعویز ہے جو تجھے درکار ہے اور یہ تجھے خود ہی تحریر کرنا ہے۔

سوالی: مرشد! کیا روپے پیسے سے خوشیاں خریدی جا سکتی ہیں؟

مرشد: بیٹے! تو دیکھتا ہے کہ ایک شخص فقط چائے کے کپ سے خوش ہو جاتا ہے جبکہ دوسرا شخص چاہے دنیا بھر کے خزانے اس کے سامنے ڈال دے خوش اور مطمئن نہیں ہوتا۔ پس تو جان لے کہ خوشی مال و منال سے نہیں بلکہ دل کے حال سے جڑی ہے۔

مرشد! روحانی سفر میں وہ کون سا مقام ہے جہاں اداسی دل کی بستی سے اپنے گھونسلے سمیٹ لیتی ہے؟

مرشد: بیٹے! زندگی کے سفر میں کوئی ایسا مقام نہیں جہاں اداسی پر تیرے دل کے دروازے مستقل بند ہو جائیں۔ یہ تیرے ساتھ ہے جب تک موت تجھے دنیا کی قید سے آزاد نہیں کرا دیتی۔ کبھی تیرے دل میں یہ سحر کرتی ہے تو کبھی شب بسر کرتی ہے۔ پس جب یہ آئے تو صبر سے اسے قبول کر اور جب جائے تو کلمہء شکر سے اِسے رخصت کر۔

اسکے خاتمے کی بالکل کوشش نہ کر کیونکہ تیری کوشش رائیگاں جائے گی۔ اسے ختم اسکا پیدا کرنے والا ہی کرے گا۔ اور جس گھر کے دروازے اِس کے لیے بند ہیں وہ آخرت کا گھر یعنی جنت ہے۔ قرآن کریم نے جنتیوں کے نجاتِ غم کا ترانہء حمد نقل کیا ہے۔ فرمایا: "وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بخشنے والا (اور) قدردان ہے۔" (35:34)

بس وہ جنت کا مقام ہے جو غم سے بالکل پاک ہے۔ تجھے چاہیے کہ اِس کے لیے جدوجہد کر۔

سوالی: مرشد! آپ فرماتے ہیں کہ جنت کے لیے جدوجہد کرو جبکہ قلندرء لاہوری علامہ اقبالؒ لکھتے ہیں کہ

جنت مبارک ہو زاہدوں کو

میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

مرشد: دو اللہ کی طرف بلانے والوں کے راستے میں تفریق کیوں؟

مرشد: بیٹے! پہلے تو جنت و جہنم کی حقیقت سے واقفیت حاصل کر۔ جنت خدا کی خوشنودی جبکہ جہنم خدا کی ناراضگی کی علامت ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ خدا تجھ سے ناراض ہو کر جنت میں داخل کر دے یا تجھ سے راضی ہو کر جہنم کے گڑھے میں پھینک دے؟ یقیناً نہیں۔ تو پھر جنت کو خدا کی خوشنودی اور جہنم کو خدا کے غضب سے جدا نہ دیکھ۔

پس جس نے جنت کے لیے جدوجہد کی اُس نے خدا کی خوشنودی کے لیے جدوجہد کی۔ جہاں تک حضرت علامہ اقبالؒ کی بات ہے، مجھ بندہء ناچیز کی کیا جرات کی ان کی باتوں سے اختلاف کروں جو کہ شریعت کے سانچے میں بطریق احسن ڈھلی ہوئی ہیں۔ ان دو باتوں میں صرف فرق اتنا ہے کہ میری بات میں تھوڑی خود غرضی کی آمیزش نظر آتی ہے جبکہ حضرت کی بات خلوص سے بھرپور ہے۔

سوالی: مرشد! مجھے کچھ وصیت کریں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائے؟

بیٹے! ایمان اور خلوص کی کمی کی وجہ سے میری باتیں خشک پھول کی مانند حسن سے خالی اور بے اثر ہیں۔ میں تجھے حضرت خضرؑ کی حضرت موسیٰؑ کو کی گئی وصیت سناتا ہوں تاکہ تجھے نفع حاصل ہو جائے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: اے میرے پروردگار مجھے وہ کچھ دکھا جو کچھ تو نے مجھے کشتی میں دکھایا تھا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) عنقریب تو اسے دیکھ لے گا چنانچہ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ان کے پاس خضر تشریف لائے، وہ نوجوان تھے ان سے خوشبو مہک رہی تھی اور عمدہ کپڑے پہن کر آئے،

کہنے لگے: السلام علیک و رحمۃ اللہ اے موسیٰ بن عمران! تیرے رب نے تمہیں سلام اور صحت بھیجی ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی سلام ہے اس کی طرف سے سلامتی ہے اور سلامتی اس کی طرف لوٹتی ہے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے جس کی نعمتیں بیشمار ہیں۔ میں اس کا شکر ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہوں مگر اس کی معاونت سے۔ پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کچھ وصیت کریں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائے خضر (علیہ السلام) نے فرمایا: اے علم کے طلبگار! کہنے والا سننے والے سے کم رسوا ہوتا ہے۔ جب تم بات کرو اپنے ہم نشینوں کو اکتاہٹ میں مبتلا مت کرو جان لو! تمہارا دل ایک برتن کی مانند ہے لہٰذا دیکھ لو کہ اس میں کیا چیز ڈالتے ہو۔ دنیا سے کنارہ کش رہو اور اسے اپنے پیچھے پھینک دو چونکہ دنیا تمہارا ٹھکانا نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی سکون ہے۔ یہ تو بندوں کے لیے بطور گزارہ کے بنائی گئی ہے تاکہ آخرت کے لیے اس دنیا سے کچھ توشہ لے لو۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! اپنے نفس کو صبر کا عادی بناؤ بردباری پاؤ گے، اپنے دل کو تقویٰ کا عادی بنادو علم پاؤ گے، نفس کو صبر کا عادی بنادو گناہوں سے خلاصی پاؤ گے۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! علم کے اگر خواہشمند ہو تو اس کے لیے فارغ ہو جاؤ، فارغ ہونے والے کے لیے علم ہے۔ زیادہ باتیں کرنے سے پرہیز کرو، چونکہ کثرت سے باتیں کرنا علماء کو عیب دار بنادیتا ہے۔ یوں اس طرح تم سے بڑی بڑی حرکتیں سرزد ہوں گی لیکن میانہ روی کو اختیار کرو یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے۔ جاہلوں اور ان کے باطل سے روگردانی کرو بیوقوفوں کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ چونکہ یہ حکماء کا فعل ہے اور علماء کی زینت ہے جب کوئی جاہل تمہیں گالی دے تو بردباری اور نرمی

کرتے ہوئے اس سے خاموش ہو جاؤ چونکہ اس کی بقیہ جہالت تم پر آن پڑے گی اور تمہیں اس کی گالی بہت بری ہے۔ اے ابن عمران! تمہیں بہت قلیل علم عطا ہوا ہے چونکہ بہت ہٹ دھرمی اور بے راہ روی نرا تکلف ہے۔ اے ابن عمران! وہ دروازہ ہرگز مت کھولو جس کا تالہ تمہیں معلوم نہ ہو اور اس دروازے کو ہرگز بند مت کرو جس کے کھلنے سے تم ناواقف ہو، اے ابن عمران! دنیا سے جس کی ہمت منتہی نہیں ہوتی اور دنیا سے اس کی رغبت ختم نہیں ہوتی وہ عبادت گزار کیسے بن سکتا ہے، جو شخص اپنی حالت کو کمتر سمجھتا ہو اور اپنے کیے کے متعلق غمزدہ نہ ہو وہ زاہد کیسے ہو سکتا ہے جس شخص پر اس کی خواہشات نفس کا غلبہ ہو وہ خواہشات سے کیسے رک سکتا ہے یا پھر اسے علم کیسے نفع پہنچا سکتا ہے جبکہ جاہلیت نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے چونکہ اس کا سفر آخرت کی طرف ہے حالانکہ وہ دنیا پر مرمٹ رہا ہے۔ اے موسیٰ! تمہارا علم وہی ہے جسے تم نے عمل کے لیے حاصل کیا ہو محض بیان گوئی کے لیے نہ حاصل کیا ہو۔ ورنہ تمہارے اوپر اس کا وبال پڑے گا اور تمہارے غیر کو اس کا نور حاصل ہو گا۔ اے ابن عمران! زہد و تقویٰ کو اپنا لباس بنالو علم و ذکر تمہارا کلام ہو، زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرو چونکہ تم سے برائیاں بھی سرزد ہو سکتی ہیں۔ اپنے دل کو خوف خدا سے بھرا کرو چونکہ اس سے تمہارا رب تم سے راضی رہے گا۔ بھلائی کا عمل کرتے رہو چونکہ برائی کے عامل کو اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ میں نے تمہیں وعظ کر دیا ہے اسے یاد رکھو اس کے بعد خضر واپس چل پڑے اور موسیٰ غمزدہ ہو کر روتے رہے۔(کنزالعمال-44189)

انیسویں شب

(عام و عارف کی محبت، معرفت کا سفر، ایمان کا اُتار چڑھاؤ، اندازِ صوفیا، تکبیرِ اولیٰ، منافقت، انٹر نیٹ کا استعمال اور حق و باطل)

جس شاخ نے گھونسلوں کا بوجھ قبول نہ کیا وہ آندھیوں سے کیسے رحم کی امید کر سکتی ہے۔

جس کشتی نے مسافروں کی خاطر لہروں کے تھپیڑے نہ سہے ہوں وہ داد و انعام کی مستحق کیسے ہو سکتی ہے۔ دنیا دارالعمل ہے جبکہ آخرت دارالمکافات۔ یہاں کیا گیا ہر عمل انسان کو جزا و سزا کی صورت میں کل کاٹنا ہے۔ وہ کل چاہے اِس دنیا کا ہو یا آخرت کا۔ پھر جس نے کسی پر دنیا میں رحم نہ کیا وہ روزِ آخرت نظرِ کرم کی اُمید کیسے کر سکتا ہے۔ جس نے لوگوں کی خطاؤں کو درگزر نہ کیا وہ اپنی خطاؤں کا بوجھ کس کو سونپے گا۔

انسان کو چاہیے کہ ایسا مالک بنے جیسا کہ وہ مالکِ حقیقی سے امیدیں لگائے ہوئے ہے۔ مثلاً محنتوں کا صلہ دینے والا، عفو و درگزر کرنے والا، محبت کرنے والا اور انصاف کرنے والا وغیرہ۔ پھر ہی دنیا سے یہ ظلم و ستم، قتل و غارت، بے انصافی اور بے سکونی میں کچھ کمی ہو سکتی ہے۔ صوفیا شریعت کی چھتری تلے یہی درس دیتے آئے ہیں۔

مرشد کی زندگی بھی اسی کیفیت کا عکس پیش کرتی تھی۔ ہر آنے والے سے یوں خندہ پیشانی سے ملتے جیسے بچپن کا یارانہ ہو۔ دنیا بھر کا عاصی بھی آپ کی بارگاہ میں خود کو پارسا محسوس کرتا۔ تنقید کرنے والوں کا رتبہ، تعریف کرنے والوں سے کچھ کم نہ تھا۔

یہ وہ ادائیں ہیں جن پر فریفتہ ہوئے بغیر ایک صاحبِ دل رہ نہیں سکتا۔ میرا بہت جی چاہتا تھا کہ دل کی ساری کیفیات مرشد کے سامنے کھول کر رکھ دوں۔ راہِ معرفت کے خزانوں کی کنجیاں مانگ لوں۔ علم و عرفاں کے سمندر میں جھانک لوں۔ مگر اُس شمع پر مر مٹنے والوں کا ہجوم اتنا تھا کہ مجھ سے کم ہمت پروانے دور بیٹھے فاصلوں کو کوستے تھے۔ محفلِ شب میں ہی اکثر قرب و دید اور گفت و شنید کا شرف حاصل ہوتا تھا اور اب بڑھتے ہوئے ہجومِ عاشقاں نے یہ بھی دشوار کر دیا تھا۔ آج میں نے نمازِ مغرب صفِ اول میں ادا کی۔ اِسی واسطے پائے مرشد کے قریب جگہ نصیب ہو گئی۔ مجلس کا آغاز بھی میرے ہی سوال سے ہوا۔

سوالی: مرشد! محبت وہ حقیقت ہے جس نے ازل سے ابنِ آدم کے دل پر راج کیا ہے۔ اس معاملے میں انسانیت دو حصوں؛ عارف اور عام میں تقسیم نظر آتی ہے۔

مرشد! ان دونوں جماعتوں کی محبت میں کیا واضح تفریق ہے؟

مرشد: بیٹے! عام کو محبت ہو جاتی ہے جبکہ عارف دیدہ و دانستہ محبت کرتا ہے۔

سوالی: مرشد! وہ کون سا کلیہ ہے جو عام کو عارف بنا دیتا ہے؟

مرشد: بیٹے! شریعت۔

سوالی: مرشد! شریعت کس طرح انسان کی رہنمائی کرتی ہے؟

مرشد: بیٹے! شریعت انسان پر اچھائی اور برائی کو واضح کر کے جزا و سزا کی خبر سے قوتِ فیصلہ کو تقویت دیتی ہے۔ اِس چراغ کو تھامے پھر وہ برابر صراطِ مستقیم پر چلتا رہتا ہے۔ اگر اچھے اور برے راستوں کا علم نہیں، پھر قوتِ فیصلہ بے سود اور اگر قوتِ فیصلہ عدم ہے تو پھر اچھی

بری راہوں کا علم بے فائدہ۔ پس صحیح معنوں میں کامیابی کے لیے انسان کو چاہیے کہ اسلام میں پورا پورا داخل ہو جائے۔ قرآنِ کریم میں فرمایا:

"مومنو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمھارا صریح دشمن ہے۔(2:208)

سوالی: مرشد! کبھی کبھار انسان شریعت کی راہوں پر بڑے ذوق و شوق سے بڑھتا جاتا ہے لیکن یہ گرمیءِ احساس زیادہ دیر زندہ نہیں رہتی۔ دنیا کی آسائش اور رعنائیاں انسان کو سست رو کر دیتی ہیں۔ مرشد! اِس زوالِ احساس کا کیا علاج ہے؟ انسان دل کو کونسی دوا پلائے کہ یہ صراطِ مستقیم پر برابر چلتا جائے؟

مرشد: بیٹے! بحثیتِ انسان تیرے لیے ممکن ہی نہیں کہ تو غفلت و خطا کا مرتکب نہ ہو اور نہ ہی تجھ سے یہ امید کی جاتی ہے۔ ایمان کا اُتار چڑھاؤ تو اصحابِ رسول ﷺ کی زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے حالانکہ حضور اقدس ﷺ کی صحبت میں انکے شب و روز گزرتے تھے۔

حضرت حنظلہ اسیدی سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ کے کاتبوں میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو بکر کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا اے حنظلہ تم کیسے ہو میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہو گیا انہوں نے کہا سُبحَانَ اللّٰہِ تم کیا کہہ رہے ہو میں نے کہا ہم رسول اللہ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے رہتے ہیں گویا کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جب ہم رسول اللہ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو ہم بیویوں اور اولاد اور زمینوں وغیرہ کے معاملات میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ہم بہت ساری چیزوں کو بھول جاتے ہیں حضرت ابو بکرؓ نے کہا اللہ کی قسم ہمارے ساتھ بھی اسی طرح معاملہ پیش آتا

ہے میں اور ابو بکر چلے یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ حنظلہ تو منافق ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وجہ ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو آپ ﷺ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ آنکھوں دیکھے ہو جاتے ہیں جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ہم اپنی بیویوں اور اولاد اور زمین کے معاملات وغیرہ میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے بہت ساری چیزوں کو بھول جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اسی کیفیت پر ہمیشہ رہو جس حالت میں میرے پاس ہوتے ہو، ذکر میں مشغول ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کریں اور راستوں میں بھی لیکن اے حنظلہ ایک ساعت (یاد کی) ہوتی ہے اور دوسری (غفلت کی) اور آپ ﷺ نے تین بار فرمایا۔ (صحیح مسلم-6966)

بیٹے! ایمان کی ان بدلتی کیفیات سے تجھے گزرتا ہے۔ پس دل میں احساس زیاں کو زندہ رکھ تاکہ تو جب غفلت و پستی کی طرف جائے تو تجھے گھاٹے کا احساس ہو۔ یہی احساس تجھے اپنے محور یعنی صراطِ مستقیم پر لے آئے گا۔ اور خدا سے مسلسل نیک اعمال کی توفیق مانگتا رہ۔

سوالی: مرشد! صوفیا کا رویہ ملحد و مومن سے ایک سا کیوں ہوتا ہے؟ وہ کیوں کسی سے نفرت نہیں کرتے؟

مرشد: بیٹے! صوفیا مخلوق کو خالق و مالک کی نسبت سے دیکھتے ہیں۔ پھر جو چیز خدا کی تخلیق کردہ ہو اُس سے نفرت کیسی سوائے اُسکے جسکا خدا نے از خود حکم دیا۔ جب دیکھنے والا دنیا کو اِس نگاہ سے دیکھتا ہے تو اُسے لوگوں کی کج روی پر بھی پیار آتا ہے۔ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں

بلکہ انعام و اکرام سے دیتا ہے۔ صوفیا کی انھی اداؤں نے بلا قتل و غارت بہتیرے کافروں کا حصارِ کفر زمیں بوس کیا اور انھیں مشرف بہ اسلام کیا اور یہ تبلیغ آج بھی جاری ہے۔

سوالی: مرشد! فرض نمازوں میں تکبیر اولیٰ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اِس میں کیا حکمت ہے؟

مرشد: بیٹے! بے شک تکبیر اولیٰ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ کی رضا کے لیے چالیس دن تک تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی تو اُس کے لیے دو قسم کی برات لکھی جائے گی۔ ایک آگ سے برات، دوسری نفاق سے برات۔ (جامع ترمذی 241)

اِس طرح ابو داؤد میں ہے کہ ہر شے کی ایک عمدگی ہے اور نماز کی عمدگی تکبیر اولیٰ ہے۔

بیٹے! اِس میں حکمت یہ ہے کہ تکبیر اولیٰ کی پابندی انسان کے اندر ایک زندہ و جاوید خدا کا تصور پروان چڑھاتی ہے۔ جب خدام کو اربابِ دنیا کوئی حکم صادر کرتے ہیں تو وہ اوقات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُس حکم کی بجا آوری کے لیے سعی کرتے ہیں۔

پھر جب حکم صادر کرنے والا مالکِ زمیں و زماں ہو تو پھر انسان کو کس قدر محتاط ہونا چاہیے؛ چاہے وہ اوقاتِ کار ہوں یا کام کا معیار۔ پابندیء تکبیر اولیٰ اِس معاملے میں آب و ہوا کا کام کرتی ہے اور ایمان و یقین کی شاخوں کو ہرا بھرا رکھتی ہے۔ پھر جس کے دل میں ایمان و یقین کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اُس کے لیے حرام سے بچنا آسان اور عملِ صالح آسان تر ہو جاتے ہیں۔ اور یہی اِسکی فضیلت میں حکمت ہے۔

سوالی: مرشد! جب ہم کوئی اچھا کام کرتے ہیں تو ہماری سوچ میں اکثر دکھاوے کا عنصر شامل ہو جاتا ہے۔ کسی کی مدد کرتے ہیں تو سخی کہلوانے کی خواہش اُمڈ آتی ہے۔ نمازوں کی پابندی نصیب ہو جائے تو تقویٰ کا تصور دل میں دستک دینے لگتا ہے۔ الغرض ہر نیک کام کے ارادے یا اُسکے تکمیلی مراحل میں دکھاوا اکثر شاملِ حال رہتا ہے۔ مرشد کیا یہی وہ نفاق ہے جو جہنم کے نچلے ترین درجے میں داخلے کا موجب بنے گا؟ اور اِس سے بچاؤ کی تدبیر کیا ہے؟

مرشد: بیٹے! شریعت محمدی ﷺ میں برے ارادے پر گرفت نہیں ہے جب تک کہ وہ عمل میں تبدیل نہ ہو جائے۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ "اور اگر کسی نے برائی کا ارادہ کیا تو اُس نے اُس ارادے پر عمل نہ کیا تو اُس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر اُس پر عمل کر لیا تو اُسکی ایک برائی لکھی جائے گی اور اگر نہ عمل کیا تو نہ لکھی جائے گی۔ (کنز العمال 10316)

بیٹے! جن خیالات کا تو نے ذکر کیا یہ معمول کی بات ہے۔ اگر تو انھیں جھٹک دے گا تو اس پر تیرے لیے علیحدہ سے اجر ہے۔ لیکن اگر دکھاوے سے عمل اثر پذیر ہو گیا تو تیرے لیے ہلاکت ہے۔ مثلاً مسجد کے لیے معمول میں ایک روپیہ چندا کرتے تجھے موت آئے لیکن جمعہ کے دن، جب تیرے سامنے چادر پھرائی جائے تو تو اُس میں سو کا سرخ نوٹ ڈال دے، اِس غرض سے کہ لوگ دیکھتے ہیں۔ پھر تو جان لے کہ آخرت کے لیے تو نے سو کا نوٹ نہیں بلکہ سرخ انگارا بھیجا ہے۔ اور مسجد میں اگر تیرے سجود و قیام طویل ہو گئے اِس غرض سے کہ لوگ دیکھتے ہیں۔ پھر سمجھ لے کہ تو نے اپنے لیے بھاری عذاب کا سودا کر لیا۔ اِسی طرح زندگی کے کسی بھی معاملے میں دکھاوا اگر تیرے عمل کو متاثر کر گیا تو یقیناً تیرے لیے ہلاکت ہے۔

علاوہ ازیں حضور اقدس ﷺ نے متعدد احادیث میں منافقین کی نشانیوں کا تذکرہ فرمایا۔ تو اِس چراغ کو لے کر اپنے اندر اچھی طرح چھان بین کر لے اور ایسی تمام تر آلائشوں سے دل کو پاک کر لے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "منافق کی علامتیں تین ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اُس کے خلاف کرے اور جب اُس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔(صحیح بخاری:33)

بیٹے! جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت کو ترک کر دے تو نفاق سے پاک ہو جائے گا۔ پھر اِسی طرح دیکھ کہ نمازوں کے معاملے میں تیرے دل کی کیا کیفیت ہے۔ خاص کر کہ عشاء اور فجر کیونکہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:"منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر آتے اور میرا تو ارادہ ہو گیا تھا کہ مؤذن سے کہوں کہ وہ تکبیر کہے، پھر میں کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کہوں اور خود آگ کی چنگاریاں لے کر ان سب کے گھروں کو جلادوں جو ابھی تک نماز کے لیے نہیں نکلے۔(صحیح بخاری)

بیٹے! اگر تجھے بقیہ نمازوں کے ساتھ ساتھ فجر اور عشاء کی باجماعت نماز کی پابندی نصیب نہیں تو پھر تجھے جہنم کے نچلے درجے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جانا چاہیے۔

بیٹے! تو نے اِس سے بچاؤ کی تدبیر پوچھی ہے۔ تجھے ایک حدیث سناتا ہوں جسے تو ذہن نشین کر لے۔ یہ منافقت کی مرض سے تیری حفاظت کرتی رہے گی۔(14:15)

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ (کی مجلس) سے لوگ جدا ہونے لگے، تو اہل شام میں سے ایک شخص نے ابو ہریرہؓ سے کہا: شیخ! رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث مجھ سے بیان کیجئے، کہا: ہاں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن پہلے پہل جن لوگوں کا فیصلہ ہو گا، وہ تین (طرح کے لوگ) ہوں گے، ایک وہ ہو گا جو شہید کر دیا گیا ہو گا، اسے لا کر پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی (ان) نعمتوں کی پہچان کروائے گا (جو نعمتیں اس نے انہیں عطا کی تھیں)۔ وہ انہیں پہچان (اور تسلیم کر) لے گا۔ اللہ (اس) سے کہے گا: یہ ساری نعمتیں جو ہم نے تجھے دی تھیں ان میں تم نے کیا کیا وہ کہے گا: میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ میں شہید کر دیا گیا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے۔ بلکہ تو اس لیے لڑا تا کہ کہا جائے کہ فلاں تو بڑا بہادر ہے چنانچہ تجھے ایسا کہا گیا، پھر حکم دیا جائے گا: اسے لے جاؤ تو اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر لے جایا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ایک وہ ہو گا جس نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اور قرآن پڑھا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا تو وہ انہیں پہچان لے گا، اللہ (اس سے) کہے گا: ان نعمتوں کا تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا اور اسے (دوسروں کو) سکھایا اور تیرے واسطے قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا: تو نے جھوٹ اور غلط کہا تو نے تو علم اس لیے سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے تو نے قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے چنانچہ تجھے کہا گیا۔ پھر اسے لے جانے کا حکم دیا جائے گا چنانچہ چہرے کے بل گھسیٹ کر اسے لے جایا جائے گا یہاں تک کہ وہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ ایک اور شخص ہو گا جسے اللہ تعالیٰ نے بڑی وسعت دی ہو گی طرح طرح کے مال و متاع دیئے ہوں گے اسے حاضر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے اپنی عطا

کردہ نعمتوں کی پہچان کرائے گا تو وہ انہیں پہچان لے گا۔ اللہ (اس سے) کہے گا: ان کے شکریہ میں تو نے کیا کیا وہ کہے گا: اے رب! میں نے کوئی جگہ ایسی نہیں چھوڑی جہاں تو پسند کرتا ہے کہ وہاں خرچ کیا جائے۔ مگر میں نے وہاں خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بکتا ہے، تو نے یہ سب اس لیے کیا کہ تیرے متعلق کہا جائے کہ تو بڑا سخی اور فیاض آدمی ہے چنانچہ تجھے کہا گیا، اسے یہاں سے لے جانے کا حکم دیا جائے گا چنانچہ چہرے کے بل گھسیٹتا ہوا اسے لے جایا جائے گا۔ اور لے جا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (سنن نسائی)

سوالی: مرشد! انٹرنیٹ نے سارے نظام کو اِس قدر گرفت میں لے رکھا ہے کہ اِس سے گریز ناممکن سا ہو گیا ہے۔ جہاں اِس سے بہت سے فائدے جڑے ہیں وہاں یہ ایک ہلاکت انگیز شے بھی ہے۔ ایسے میں اِس سے کس قدر احتیاط اور پرہیز ضروری ہے؟

مرشد: بیٹے! جس کنویں کا پانی گدلا اور بدبودار ہو اُسے منہ لگانے کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ یقیناً اِس سے کوئی مجبور ہی پانی لے گا وہ بھی بقدر ضرورت۔ مگر انٹرنیٹ وہ گندا اور بدبودار کنواں ہے جس کے گرد لوگ یوں جمع ہیں جیسے کسی ویرانے میں جلتے چراغ کے گرد پروانوں کا ہجوم۔

اِس کا نشہ شراب و بھنگ کے نشے سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ پینے والے مسلسل بے ہوش اور مقصدِ حیات سے غافل۔ ایسے میں تجھے چاہیے کہ ان کنوؤں کے قریب بھی نہ بھٹک۔ مگر جیسا کہ تو نے کہا کہ اِس سے بچنا ناگزیر ہے تو ایسے میں حفاظتی لباس پہن کر اِس کے قریب جا۔ پھر اِس سے بقدرے ضرورت پانی لے کر شریعت کی چھانی میں چھان لے۔ تو دیکھے گا کہ بڑھی ہوئی گندگی کی وجہ سے یہ اکثر شریعت کی چھنی سے گزرتا ہی نہیں۔

ایسے حال میں تجھے صبر کے گھونٹ بھر کے پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ مگر جب پیاس ناقابل برداشت ہو جائے تو اِس سے گلہ تر کر لے۔ اِس دوران آنکھوں اور کانوں کو بند کر لے تا کہ ان راستوں سے بدبو تیری روح تک نہ پہنچ جائے۔ تمام تر احتیاط کے باوجود بھی اگر روح اِس سے متاثر ہو جائے تو اِسے قرآن وحدیث کے نور سے پاک کر لے۔

اتنی پرہیز تیرے لیے لازم ہے۔ اور جو شب و روز اِس گندگی میں جی رہے ہیں ان سے بھی میل جول میں احتیاط برت۔

سوالی: مرشد! حق کے آگے رکاوٹیں رکھنے اور باطل کے لیے راستہ بنانے کا رواج ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اِس قانونِ فطرت میں کیا حکمت ہے؟

مرشد: بیٹے! کلام اللہ کے مطابق انسان کا مقصدِ حیات اسکا امتحان ہے۔ جس قانونِ فطرت کا تو نے ذکر کیا، یہ اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مختصر یہ کہ حق راہ پر چلنا دشوار جبکہ باطل راہوں سے رکنا مشکل۔ اور اس مشکل کے پار خدا کی خوشنودی اور اسکی نعمتیں اور رحمتیں ہیں۔ اِس کے برعکس راہِ حق سے رک جانا سہل اور راہِ باطل کو اختیار کرنا لذت آمیز ہے اور یہ آسائشوں بھری راہ جہنم کی طرف جاتی ہے۔ اور یہی حقیقی کامیابی یا ناکامی ہے۔

بیٹے! دونوں راہیں تیرے امتحان کے لیے ہیں۔ بس فرق اتنا ہے کہ ایک پر تجھے چلنے کا حکم ہے جبکہ دوسری سے بچنے کا۔ انھی رموز کی وضاحت کیلیے تیرے سامنے ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! سارا اجر و ثواب تو مالدار لوگ لے گئے کہ نماز پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں

اور حج بھی کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ کام تو تم بھی کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ وہ صدقہ خیرات کرتے ہیں لیکن ہم صدقہ خیرات نہیں کر سکتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ تم بھی کر سکتے ہو۔ راستے سے کسی ہڈی کو اٹھا دینا صدقہ ہے۔ کسی کو راستہ بتا دینا صدقہ ہے۔ اپنی طاقت سے کسی کمزور کی مدد کرنا صدقہ ہے۔ زبان میں لکنت والے آدمی کے کلام کی وضاحت کر دینا صدقہ ہے اور اپنی بیوی سے مباشرت کرنا بھی صدقہ ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! ہمیں اپنی "خواہش " پوری کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر یہ کام تم حرام طریقے سے کرتے تو تمھیں گناہ ہوتا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم گناہ کو شمار کرتے ہو نیکی کو شمار نہیں کرتے۔ (مسند احمد 20405)

بیٹے! اجر و ثواب کو مد نظر رکھ کر راہِ حق کی رکاوٹوں کو عبور کر جا اور عذاب و ذلت کے خوف سے خود کو باندھ کر گناہ کی راہ سے رک جا۔

بیسویں شب

(غم کا ذائقہ، غمِ دنیاو عقبیٰ، غم میں کمی، خوف و حزن اور اولیاء اللہ، ترکِ لذت، طلبِ دنیا، بچوں کی تربیت، سخاوت اور نفاق اور علماء)

غم کیاہے؟ کس کس شجر پر یہ پھل لگتاہے؟اِس کی تاثیر کیسی ہے؟اور بے شمار ایسے سوالات اِس جنس سے متعلق تھے جسکا مجھے کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔

انسان کتنے ہی دربان کیوں نہ کھڑے کر لے غم دیارِ دل تک راستہ بنا ہی لیتاہے۔اِس کے وار خفیہ مگر کمر توڑ ہیں۔ اِسکی ضرب سے کئی جواں عمری میں ہی بڑھاپے کو جا پہنچے۔ اِسکی ایذا رسانیوں سے کئیوں نے بھاگ کر موت کو سینے سے لگایاہے۔ زمین پر جو چل پھر رہے ہیں وہ بھی اِس سے پناہ تلاشتے نظر آتے ہیں۔ مگر ایک گروہ ایساہے جو اسے پالتا پوستاہے۔اِسکی یوں حفاظت کرتا ہے جیسے عموماً مال و منال کی کی جاتی ہے۔ اِسے سنوارتا ہے۔اِسکی شاخوں کی کاٹ چھانٹ کرتاہے۔

اِس گروہ کو میخائل نعیمی، دنیائے تصوت کی مایہ ناز کتاب "The book of Mirdad" میں "عظیم افسردگی والے لوگ" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔

غم سے متعلق ان دو متضاد رویوں نے مجھے حیران کر رکھا تھا۔ آج کی نشست میں مرشد سے میں نے اسی بے چینی کا ذکر کیا۔

مرشد! جب شجرِ غم سے فقط زخم ہی گرتے ہیں۔ پھر یہ کچھ مسافروں کے لیے عذابِ جاں تو کچھ کے لیے روحِ رواں کیوں؟ اِس کا ذائقہ سب کے لیے برابر کڑوا نہیں ہونا چاہیے؟

مرشد: بیٹے! بلاشبہ غم ایک تکلیف دہ شے ہے اور انسان فطرتاً تکلیف دہ چیزوں سے بھاگتا ہے۔ مگر اہل خرد نے جب دیکھا کہ اِس سے نجات کا کوئی راستہ نہیں تو انھوں سے اِس سے صلح کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ اِس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی بستی کی طرف پانی کا بہاؤ روکنا ناممکن ہو اور بستی والے روز بند باندھ کر اگلے دن اُسکے ٹوٹنے پر ماتم کرتے ہوں۔ پھر کوئی اہل خرد بستی والوں کی بے بسی دیکھ کر انھیں مشورہ دے کہ پانی کو آنے دو۔ پھر کسی مناسب جگہ پر واٹر ٹربائنز لگا کر اِسے بجلی کی پیداوار کے لیے مصروف کر دو۔

ذی شعور لوگوں نے اِسی تدبیر کے تحت غم کو خوش آمدید کہا۔ پھر اِس پر سوار ہو کر زندگی کی دوڑ میں کئی دشوار گزار گھاٹیاں باآسانی سر کیں۔ اِس کے شعلوں سے روح و قلب کو پاک کیا۔ اِسکی ضرب سے گفتار و کردار کو سنوارا۔

بیٹے! بس اتنا فرق ہے ان دو فرقوں میں وگرنہ غم تو پھر غم ہے اور یہ تادم آخر قائم ہے۔

بقول غالب کے:

قیدِ حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

سوال: مرشد! غمِ دنیا اور غمِ آخرت میں کیا فرق ہے؟

مرشد: بیٹے! یہ دو غم انسان کا مقدر کر دیے گئے۔

دنیا کا غم طلبِ دنیا سے جبکہ آخرت کا غم طلبِ آخرت سے جنم لیتا ہے۔ غمِ دنیا فقط تکلیف ہے اور اِس سے حاصل کچھ نہیں جبکہ غمِ آخرت عظیم خزانہ ہے اور اِس کی مستقبل قریب میں بڑی قیمت لگنے والی ہے۔

سوالی: مرشد! یہ تو طے ہے کہ غم سے مکمل نجات ممکن نہیں مگر کیا کوئی ایسا کلیہ ہے کہ اِس کی شدت کو کم کیا جاسکے؟

مرشد! بیٹے! شریعت کی پناہ میں آنے سے غم کی شدت کم کی جاسکتی ہے۔ بیٹے! تو جب حقیقت کے آئینے میں جھانکے گا تو جان لے گا کہ غم کے لیے بہت راستے تو نے خود تراشے ہیں۔ اور اِنکی بندش فقط شریعت ہی کی پیروی سے ممکن ہے۔ مثلاً دوسروں کی کامیابیوں سے حسد کا غم رضائے تقدیرِ الٰہی سے کم کیا جاسکتا ہے۔ لوگوں کی ایذا رسانیوں کا غم، صبر اور اجر کی امید سے کم کیا جاسکتا ہے۔ غربت کا غم، جنت کی بشارت سے مٹایا جاسکتا ہے۔ ناجائز محبتوں کا غم جائز محبتوں سے رفع کیا جاسکتا ہے۔ الغرض بیشتر داغِ غم ہمارے خود ساختہ ہیں جنھیں شریعت کے پانیوں سے دھویا جاسکتا ہے۔

سوالی: مرشد! اللہ اپنے دوستوں کے بارے میں قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ وہ خوف اور حزن سے بری ہوتے ہیں۔ اِس کے کیا معنی ہے؟

مرشد: بیٹے! جب یقین کی شمع جلائے انسان راہِ حق پر چلتا ہے تو اُسکا خوف و حزن زائل ہو جاتا ہے۔ یہ اِس لیے کہ اِس راہ میں ناکامی اور خسارہ ہے ہی نہیں پھر خوف و حزن کس شے کا ہو۔ اِس راہ میں انسان شہید ہو جائے تو مقام و رتبہ، زخم لگ جائے تو اجر و ثواب، فتح یاب ہو کر

لوٹے تو علیحدہ بشارتیں۔ الغرض ہر صورت میں عظیم کامیابی کی بشارت۔ پس یہی بات ایک ولی کے لیے زوالِ خوف وحزن کا موجب بنتی ہے۔

سوالی: مرشد! ہماری کاوشوں کا خاصہ حصہ لذتوں کے حصول میں صرف ہو جاتا ہے۔ لذتوں کو کیسے ترک کیا جائے؟

مرشد: بیٹے! جب تو اِس حقیقت کو جان لے گا کہ ہر لذت کے ساتھ اذیت یوں پیوست ہے جیسے رات دن کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ پھر تیرے لیے اِسے ترک کرنا آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ انسان فطرتاً اذیتوں سے بھاگتا ہے۔ اکثر ہوتا یوں ہے کہ لذتوں کا نشہ اِس قدر غالب آ جاتا ہے کہ انسان اِس کے نتیجے میں پیش آنے والی ذلتوں کو بھول جاتا ہے۔

اِسکا حل یہی ہے کہ جب نفس لذتوں کے لیے ضد کرے تو ذلتوں کی کتاب کھول کر اُسکے سامنے رکھ دو۔ مثلاً جب خورد و نوش کا نشہ اُتارنا ہو تو پیٹ کی تکلیف، بیت الخلا کے چکر، کام میں سستی، نیند کا غلبہ اور دیگر مصائب کو دھیان میں لائے۔

سوالی: طلبِ دنیا کا لوگ اکثر یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ یہ تو انسانی فطرت میں شامل ہے جسکا تذکرہ بارہا قرآن وحدیث میں آیا۔ پھر اِسی دلیل کی بنیاد پر دنیا کے نشے میں مست رہتے ہیں۔ مرشد! لوگوں کے اِس خمار کو کس جوابی دلیل سے توڑا جا سکتا ہے؟

مرشد: بیٹے! لوگوں کے لیے یہ دلیل تیار کرنے والا شیطان ہے اور بلاشبہ اسکی ہر دلیل بے بنیاد اور کمزور ہوتی ہے۔

بیٹے! حضور اقدس ﷺ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: "(اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو سچائی کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے

والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اہل دوزخ کے بارے میں تم سے کچھ پرستش نہیں ہو گی۔(12:119 ترجمہ: فتح محمد جالندھری)

بیٹے! اِسکا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ جنت اور جنت کی طرف جانے والے راستوں کی خوشخبری سنانے اور جہنم اور جہنم کی طرف جانے والے راستوں سے ڈرانے آئے ہیں۔ قرآن و حدیث میں ذکر دونوں راستوں کا آیا ہے لیکن مقصد مختلف ہے۔ راہِ جہنم کا تذکرہ اِس لئے کیا تاکہ اُس سے بچا جائے جبکہ راہِ جنت کا تذکرہ اسے اختیار کرنے کے لیے کیا گیا۔

اگر کسی روڈ سائن پر یہ لکھا ہو کہ آگے کھائی ہے تو مقصد یہی ہوتا ہے کہ مسافر آہستہ اور احتیاط سے گاڑی چلائے تاکہ کہیں غفلت میں کھائی میں نہ جا گرے۔ طلبِ دنیا کی مذمت اِسی لیے قرآن و حدیث میں کی گئی تاکہ انسان انجانے میں اِس کھائی میں نہ جا گرے اور جنت سے محروم نہ ہو جائے۔

ایسے لوگوں کے لیے جوابی دلیل کے طور پر وہ حدیث کافی ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: "جو لوگ (دنیا میں) زیادہ مال و دولت جمع کئے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہی خسارے میں ہوں گے۔ سوائے ان کے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اُنھوں نے اُسے دائیں بائیں، آگے پیچھے خرچ کیا ہو اور اِسے بھلے کاموں میں لگایا ہو۔(صحیح بخاری 6443)

سوال: مرشد! گھر کا ماحول بچے کی تربیت پر کس قدر اثر انگیز ہوتا ہے؟

مرشد! بیٹے! ایک کم عمر بچہ گارے کی مانند ہے جس کے لیے گھر کا ماحول ایک سانچے کا کام کرتا ہے۔ گارے کی اپنی کوئی شکل نہیں ہوتی اُسے جس سانچے میں ڈھالو گے وہی شکل اختیار کرلے گا۔

سوالی: مرشد! اولیاء اللہ میں ایک صفت جو لازماً دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہ ہے سخاوت اِس میں کیا راز ہے؟

مرشد: بیٹے! اللہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ اور جو اُسکی مخلوق کی خدمت میں لگ جاتا ہے اس سے اور بھی زیادہ محبت کرتا ہے۔ پس اولیاء نے اللہ کی محبت کو پانے کے لیے بہت سے دیگر امور کے ساتھ اِس امر کو بھی اختیار کیا۔ سخاوت کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: "سخاوت جنت میں ایک درخت ہے، پس جو شخص سخی ہو گا تو وہ اِسکی ایک شاخ کو پکڑ لے گا، پھر شاخ اُسے نہیں چھوڑے گی حتیٰ کہ وہ اُسے جنت میں لے جائے گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح 1886)

سوالی: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر (سنن ابو داؤد 3641)

جہاں آپ ﷺ نے ان فضائل کا ذکر کیا وہاں کچھ وعیدیں بھی بیان کیں کہ پہلے پہل جہنم میں جانے والے تین لوگوں میں سے ایک عالم ہو گا۔ اسکی وجہ یہ ہو گی کہ اُس نے عالم کہلوانے کے لیے علم سیکھا۔ (مفہومِ حدیث سنن نسائی: 3141)

مرشد! ایک عالم کو ان وعیدوں سے بچنے اور بشارتوں کو پانے کے لیے کون سا حربہ استعمال میں لانا چاہیے؟

مرشد: بیٹے! انسان کو راہِ راست سے ہٹانے کے لیے شیطان مسلسل کوشاں ہے۔ ایسے میں انسان کو بھی ہر وقت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

شیطان کی چالوں سے بچنے کے لیے ایک عالم کو چاہیے کہ اِن وعیدوں کو روز پڑھے۔ خاص طور پر جس حدیث کا تو نے ذکر کیا، زندگی کے ہر معاملے میں نیت کو پاک رکھنے کے لیے کارآمد ہے۔

جب شہید، عالم اور سخی کو نیت کی کجی کی وجہ سے جہنم کی وعید سنائی جارہی ہے، پھر اوروں کا کیا حشر ہو گا۔

اور دوسری حدیث جس سے ایک عالم کو چاہیے کہ اپنے قلب کو روز غسل دے، وہ یہ ہے:
"جس نے علم سیکھا تاکہ بیوقوفوں سے بحث و مباحثہ کرے، یا علماء پر فخر کرے، یا لوگوں کو اپنی جانب مائل کرے تو وہ جہنم میں ہو گا۔" (سنن ابن ماجہ:253)

اور تیسری حدیث جس سے ایک عالم کو چاہیے کہ روز اپنی نیت کو درست کرے، وہ یہ ہے:
"جس شخص نے علمِ دین کو جس سے خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہوتی ہے محض کسی دنیاوی فائدے کے لیے سیکھا تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا۔ (سنن ابن ماجہ:252)

بقیہ راتوں کے احوال اگلے ایڈیشن میں آپ کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے۔

انشااللہ